

# سیرتِ مستقیمہ

[www.sirat-e-mustaqeem.net](http://www.sirat-e-mustaqeem.net)

مؤلف  
علامہ فریح کاظمی

# حقیقتِ تبرّا

سبیل سکینہ

حیدرآباد الینف آباد، یون نمبر ۸-۵۱

فروغ کاظمی

# انتساب

ایک سورۃ فاتحہ کی استدعا کے ساتھ

مجاہد اکبر جناب سید قیصر حسین ضار ضوی ایدو گریٹ مجرم

کے ساتھ

جن کا نوی کردار ۱۹۳۹ء کے تبرا ایچی شین سبک فتاب کی طرح درخشاں

اور

ان کے فرزند جناب سید مہدی حسن صاحب جنرل سکرٹری

آل انڈیا شیوہ جینی فنڈ کے نام جنہوں نے مجرم کی قوی فرما

کو برقرار رکھا ہے

فردغ کاظمی

جملہ حقوق بحق مولف محفوظ ہیں

نام کتاب ..... حقیقت تبصرہ

مولف ..... فردغ کاظمی

تعداد اشاعت ..... ایک ہزار

ناشر ..... ادارہ تہذیب و ادب

میدان ایلیچ خاں بکھنؤ

روپے ..... روپے

ملنے کا پتہ

ارعباس بک انجینی درگاہ حضرت عباس رستم نگر بکھنؤ

برشیوہ مشن معصوم منزل رستم نگر بکھنؤ



# انڈیکس

مضامین

صفحہ نمبر

۱

(مولانا سید زاہد احمد صاحب قبلہ مجتہد)

۳

(مولانا سید زیدی)

۴

تَوَلَّآ اور تَبَرَّآ

۱۸

تَبَرَّآ اور لعنت کی معنوی حیثیت

۲۱

بے بنیاد قہمت

۲۶

تَبَرَّآ کی تاریخی حیثیت

۲۹

تَبَرَّآ کی قرآنی حیثیت

۳۲

جوازِ لعنت۔ قرآن و حدیث کی روشنی میں

۴۰

رفض کیا رہے؟

۴۱

تَبَرَّآ اور لعنت پر عقلی دلیل

# حرفِ آغاز

مولانا سید زاہد احمد صاحب قبلہ مجتہد

”تَوَلَّآ اور تَبَرَّآ“ یہ دونوں چیزیں ایسی ہیں جن کا تعلق براہِ راست فطرتِ انسانی سے ہے اس لیے کہ کوئی انسان جب کسی محبوب شخصیت سے والہانہ محبت رکھتا ہے تو وہ اس کے دشمنوں اور مخالفوں سے نفرت بھی کرتا ہے۔

اسی ناقابلِ تردید سچائی اور فطری اصول کی بنیاد پر محقق بصیر جناب فردرخ کاشفی نے اپنی اس مختصر سی کتاب میں قرآنِ حدیث اور تاریخی حوالوں کے ذریعہ تَبَرَّآ کی حقیقت کو اجاگر کرنے کی ایک منطقی کامیاب اور محسن کوشش کی ہے۔ اندازِ بیان ضرور کہیں کہیں پر مناظرانہ ہے اور ہونا بھی چاہیے، کیونکہ اسلام نے ہر مذہب کے لوگوں کو اپنے اپنے مذہب کی تبلیغ کا حق دیا ہے اور اس کے ساتھ ہی مناظرہ کے آداب بھی سکھائے ہیں یعنی تہذیبِ شائستگی اور موعظا حسنہ کے دائرے میں سارہ کر مناظرہ کیا جاسکتا ہے اور اگر مناظرہ میں ان احکام کو پیش نظر نہیں رکھا گیا تو اسلام مناظرہ کی اجازت نہیں دیتا میرے خیال میں اس مسئلے کی وضاحت بھی ضروری ہے تاکہ آدابِ مناظرہ سے متعلق اسلامی احکامات کو سمجھنے میں کوئی دشواری نہ ہو۔

اس سلسلے میں پہلی چیز جو غور و فکر کی محتاج ہے وہ حقیقت کا اظہار ہے مثلاً کوئی شخص

کسی شخص کو بغیر کسی قسوس ثبوت کے چور کہہ دے تو اس کو بہتان تہمت اور دل آزاری سے تعبیر کیا جائے گا اور اگر وہی شخص عدالت کا فیصلہ اور جلیہ کا سرٹیفکیٹ پیش کر کے یہ کہہ دے کہ فلاں شخص نے فلاں کا مال چرایا تھا عدالت نے اس جرم میں اس کو چھ ماہ کی سزا دی تھی جس کی تائید عدالت کے اس فیصلہ سے ہوتی ہے اور جلیہ میں چھ ماہ تک سزا کاتنے کی تائید جلیہ کے اس سرٹیفکیٹ سے ہوتی ہے تو یہ اتہام والزام یا دل آزاری ہرگز نہیں ہے کیونکہ ہر انصاف پسند انسان و سادہ ذہنی شہادتوں کو دیکھ کر یہی کہے گا کہ چور کو چور کہنے والا حق پر ہے اور حقیقت کے انبار کو دل آزاری کہنا درست نہیں ہے۔

اس طرح مناظرے کا ایک بنیادی اصول یہ طے پایا کہ حقیقت کا انبار دل آزاری نہیں ہے اور اگر اس اصول کو تسلیم نہیں کیا گیا تو اسلام کا کلمہ "لا الہ الا اللہ" دل آزاری کی تعریف میں داخل ہو جائے گا۔ اس لیے کہ نبوت رسولؐ سے پہلے کفار عرب ہزاروں خداؤں کو مانتے تھے ہر قبیلہ کا ایک بت ہوتا تھا جس کو اس قبیلہ کے لوگ اپنا خدا تسلیم کرتے تھے تمام خداؤں کی نفی کر کے صرف ایک خدا کے وجود کو صحیح کہنا ہزاروں خداؤں کے ماننے والوں کے لیے دل آزاری نہیں ہے تو پھر کیا ہے؟ بہر حال حقیقت کے انبار کا نام بصیحت ہے اور نہ دل آزاری۔ اختلاف عقائد کی بنیاد پر کسی حقیقت سے انکار کر دینا عصیت ہے اور بغیر کسی محکم دلیل کے حقیقت کے خلاف کہہ دینا دل آزاری ہے۔

اس پہلو کو بھی جناب فروغ کاظمی نے قصوبی طور پر مد نظر رکھا ہے مجھے امید ہے کہ یہ کتاب منکرین تبرا کے لیے بھی کارگر اور مفید ثابت ہوگی۔ اللہ کرے زور قلم اور زیادہ۔

خاکائے اہل بیتؑ

(سید زاہد احمد رضوی)

## میشمی تاثر

مولانا میثم زیدی

تولا اور تبرا فردی دین میں شامل ہے۔

تولا کا مقصد حق کی حمایت ہے اور تبرا باطل سے انظار برائت ہے میں سمجھتا ہوں کہ صرف شیعوں ہی نہیں بلکہ ہر گروہ کو تولا اور تبرا کو اپنا مذہبی فریضہ سمجھنا ہے کیونکہ ہر مسلمان حضرت آدمؑ حضرت ابراہیمؑ حضرت موسیٰؑ حضرت عیسیٰؑ اور حضرت محمد مصطفیٰؐ سے انظار محبت کے ساتھ ساتھ اہلبیت میں نزول فرعونؑ ابولہبؑ اور ابو جہلؑ وغیرہ سے انظار نفرت کرتا ہے اور یہی انظار نفرت حقیقت میں تبرا ہے۔

آج کل کچھ لوگ تبرا کے کوکالی کہہ کر اس بہترین عمل کو بدنام کرنے کی سازش کر رہے ہیں جبکہ قرآن مجید میں یہ لفظ کسی مرتبہ استعمال ہوا ہے جس کے حوالے اس کتاب میں موجود ہیں تو کیا قرآن میں (نمود باللہ) گالیاں موجود ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ تبرا عربی زبان کا لفظ ہے اور کسی بھی لغت میں گالی کو تبرا نہیں کہا گیا بلکہ عربی میں گالی کو "سب" کہتے ہیں "تبرا" بہر حال ہم شیطان اہلبیتؑ پیغمبر اسلامؐ اور ان کی آل سے تولا اور ان کے دشمنوں سے تبرا کرنا اپنا ایمان جانتے ہیں۔

جناب فروغ کاظمی صاحب جو ایک عرصے سے اپنی سلسل تحریروں کے ذریعہ دشنام اہلبیتؑ کو دشنام شکن جواب دے رہے ہیں ان کی باقی کتابوں کی طرح یہ کتاب حقیقت تبرا بھی بہت ہی مدلل کتاب ہے اور میری نظر میں سونے ہوئے لوگوں کو جگانے کے لیے بہت کافی ہے لیکن جن کا سونا کا بنا دٹی ہو انھیں بیداری کی کسوٹی پر پرکھنا کسی کے بس کی بات نہیں۔

خداوند عالم سے دعا ہے کہ وہ جناب فروغ کاظمی صاحب کی توفیقات میں اضافہ فرمائے۔

مسید حسنہ سے متفقے میثم زیدی سے (ایم۔ اے۔ بی ایس سی۔ ایل ایل بی)



## تو لا اور تبرا

”محبت اور نفرت“ انسانی سرشت کے دو اہم جز ہیں یعنی تو لا اور تبرا کا عنصر انسان کے اندر فطرتاً کارفرما ہوتا ہے جس کی تعبیر علمائے میلان نفس اور اعراض قلب سے کی ہے۔ چنانچہ غیرائی یا غیر شعوری طور پر جب انسان کا دل کسی پسندیدہ شے کی طرف خود بخود کھینچنے لگتا ہے تو اس کیفیت کو عام اصطلاح میں محبت کہتے ہیں اور جب یہی دل کسی شے کی طرف سے بیزار ہو جاتا ہے یا اُچٹ جاتا ہے تو اس کی تعبیر ”تبرا“ سے کی جاتی ہے جس کا آخری حصہ یہ

لغوت و سلاست ہے

کائنات کی کوئی بھی شے خواہ وہ منوی ہو یا مادی جزوی ہو یا کئی ملکی ہو یا مسکونی نوری ہو یا مادی شخصی ہو یا اجتماعی جسمانی ہو یا روحانی دینی ہو یا دنیاوی جب اسے محکمہ نفس کی عدالت میں پیش کیا جاتا ہے تو اس کی تصویر دل کی گھرائیوں میں اتر جاتی ہے اور دل اس کی طرف بے اختیار کھینچنے لگتا ہے یا اس سے بیزار ہو کر اسے اپنے اندر جگہ دینے سے انکار کر دیتا ہے ان دونوں صورتوں میں پہلی صورت کا نام محبت (تو لا) اور دوسری صورت کا نام نفرت (تبرا) ہے۔

تو لا اور تبرا جس طرح اپنے وجود میں اشیا کی ان کیفیات و خصوصیات کے تابع ہیں جن کی بنا پر محبت اور نفرت کا جذبہ پیدا ہوتا ہے اسی طرح اپنی مقدار و منزل میں بھی انہیں کیفیات کے پابند ہیں اور انہیں کیفیات سے ان کی حد بندی ہوتی ہے نیز انہیں کی بنیاد و اساس پر ان کے درجات کا تعین ہوتا ہے چنانچہ اس اصول کے تحت جو حقیقی ذات سب سے پہلے محبت کی سخن ہے وہ ذات باری تعالیٰ ہے جو اپنے صفات و کمالات کے اعتبار سے کامل و اکمل ہے اور اس کی ہر صفت جلال و جلال ہر نودہ قدس و کمال ہر دلیل عظمت و بزرگی ہر نشانی رحمت و رافت اس بات کی مغنی ہے کہ

اس سے بے پناہ محبت کی جائے ایسی محبت کہ جس کی نہ تو کوئی انتہا ہو اور نہ ہی کوئی حد معین ہو۔ حقیقتاً یہ محبت وہ ہے جو انسان کو ”عبادت و عبادت“ کا خوگر بنا دیتی ہے۔

اس کا مطلب یہ ہو کہ محبت کا اولین حق ذات واجب کے لیے ہے جو تمام صفات و کمالات کا سرچشمہ ہے۔ اس کے بعد جس ذات میں بھی محبت کا کوئی سبب پایا جاتا ہے وہ دراصل اسی ذات واجب کے فضل و کرم کا نتیجہ ہے سارے امور خیر کا سلسلہ اسی کی ذات پر منبہ ہوتا ہے اور ساری زندگیوں کا آغاز اسی کے چشمہ رحمت سے ہوتا ہے۔ وہی کامل نعمتوں کا عطا کرنے والا ہے اور جو شخص بھی اس کی ذات پر کسی شے کو مقدم کرتا ہے وہ عقل کا دشمن اور قانون منطق کا مخالف ہے کیونکہ ممکن واجب سے آگے نہیں بڑھ سکتا اور معلول علت پر مقدم نہیں ہو سکتا۔ ایسی نازیبا حرکت پر پروردگار عالم مواخذہ بھی کر سکتا ہے جیسا کہ قرآن کریم کا ارشاد ہے کہ:

”قُلْ إِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَاتُّخَاؤُكُمْ وَآزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَسْوَاقٌ كَانُوا تَبْتَغُونَ“

”کَسَاءَ هَآؤَ مَسَاكِينَ تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُمْ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا حَتَّى يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرٍ ۚ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ“ (التوبہ آیت ۲۴)

(اگر تمہارے آباء اولاد برادران ازواج عشیرہ و احوال تجارت مکانات اللہ و رسول اور جہاد فی سبیل اللہ سے زیادہ محبوب ہیں تو تم حکم الہی کا انتظار کرو۔ اللہ فاسق قوم کی ہدایت نہیں کرتا)

اب چونکہ صفات واجب کی تحدید غیر ممکن ہے اور اس کی حد بندی نہیں کی جاسکتی تو اس کے زیر اثر پیدا ہونے والی محبت کو بھی محدود نہیں کیا جاسکتا خواہ وہ کسی حد تک کیوں نہ پہنچ



جائے "غلو" کا نام نہیں دیا جاسکتا اس لیے کہ غلو حد سے تجاوز نہ کرنے کا نام ہے اور اس کے صفات و کمالات کی کوئی حد معین نہیں ہے۔

اس کے برخلاف کسی شے سے نفرت اور بیزاری اس بات کی کھلی ہوئی علامت ہے کہ روح اس سے بھاگتی ہے اور اس سے پناہ چاہتا ہے۔ نفرت اور بیزاری عمومی طور پر انسان کے دل میں اس وقت جنم لیتی ہے جب وہ ظلم کا چہرہ دیکھتا ہے یا ایسے ظالموں پر اس کی نگاہ تصور مرکوز ہوتی ہے جنہوں نے ماضی یا حال میں ظلم کو اپنا نصب العین قرار دیا ہو۔ ضحیر انسانی انسان کے دل میں ایسے لوگوں کی طرف سے نفرت کا جذبہ پیدا کرتا ہے یہاں تک کہ انسان ہر ظالم سے نفرت کرنے لگتا ہے خواہ وہ خود کیوں نہ ہو۔

اللہ کی محبت کے اعتبار سے ہر انسان ایک الگ درجہ رکھتا ہے اس لیے کہ محبت اگرچہ ذاتی اوصاف و خصوصیات کی بنا پر پیدا ہوتی ہے لیکن انسان کے دل میں اس کی جگہ علم و ظلم کی بنیاد پر نکلتی ہے جس انسان کو ان خصوصیات کا جس قدر علم ہوگا اتنی ہی اس کی محبت شدید ہوگی اور چونکہ تمام افراد امت مسلمہ اللہ کی معرفت میں یکساں نہیں ہیں اس لیے ان کی محبت بھی یکساں نہیں ہو سکتی ہر شخص کا ایک الگ حصہ ہوگا اور ہر شخص کا ایک الگ درجہ — نہ کوئی شخص کسی شخص کے علم میں شریک ہو سکتا ہے اور نہ کسی کی معرفت و محبت برابر ہو سکتی ہے۔ یوں تو اللہ کی محبت ہر انسان میں بقدر علم و معرفت پیدا ہو سکتی ہے لیکن یہ محبت نتیجہ خیز اسی وقت ہوگی جب اس کا تعلق طرفین سے ہوگا اس لیے انسان کا بھی فرض ہے کہ وہ اپنے اندر ایسے کمالات پیدا کرے جس کی بنیاد پر خدا بھی اس سے محبت کرنے لگے جیسا کہ اس نے خود وعدہ کیا ہے کہ۔

"اگر تم اللہ سے محبت کرنے ہو تو مجی کا اتباع کرو تاکہ اللہ بھی تم سے محبت کرنے

لگے"۔

ایسے تہاں الوہیت کی صف میں سرفہرست امیر المؤمنین حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کا نام آتا ہے جنہیں پیغمبر اسلام نے فتح خیبر کے موقع پر اسی صفت سے پہنچوایا بھی تھا کہ "کل مسلم ایسے کو دوس کا جو مرد ہوگا اگر کار و غیر فرار ہوگا" خدا اور رسول کا دوست ہوگا اور خدا اور رسول اس کے دوست ہوں گے۔

یہ حدیث اپنے تمام اسناد کے ساتھ شیعوں اور سنیوں کی مستند و معتبر کتابوں میں موجود ہے اور اپنی شہرت کی بنا پر کسی حوالے کی محتاج نہیں ہے۔

اب ظاہر ہے کہ جب محبت طرفین کی طرف سے ہوگی تو بندہ خدا کی کسی عنایت و رحمت سے محروم نہیں رہے گا، فضیلتیں اس کے گرد حلقہ گوش ہوں گی اور تقرب کی وہ منزل ہوگی جس کی نقشہ کشی حدیث قدسی کے حوالے سے امام بخاری نے ان الفاظ میں کی ہے۔

"میرا بندہ نوافل کے ذریعہ مجھ سے قریب ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اسے چاہنے لگتا ہوں اور جب میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں تو اس کے لیے ہاتھ پاؤں اور آنکھ کان کا درجہ پیدا کر لیتا ہوں۔ وہ میرے ہی ذریعہ سنتا ہے میرے ہی ذریعہ دیکھتا ہے میرے ہی وسیلے سے دشمن پر حملہ کرتا ہے اور میرے ہی وسیلے سے قدم آگے بڑھاتا ہے۔ جب وہ مجھ سے کچھ مانگتا ہے تو میں اسے دے دیتا ہوں اور جب وہ کسی چیز سے پناہ چاہتا ہے تو میں اسے پکالیتا ہوں"۔

درحقیقت یہی اللہ کا مقرب بندہ ایک واسطہ بن جاتا ہے جس کے ذریعہ لوگ اللہ سے



قرب ہوتے ہیں دنیا و آخرت کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔ اہل ایمان کی نجات و فلاح کا سامان فراہم ہوتا ہے اور آسمانی برکتیں نازل ہوتی ہیں نیز یہی خدا کا محبوب و مقرب بندہ خدا کے بعد محبت (تو لا) کا حقدار ہے جیسا کہ بعض کتب صحاح میں آنحضرت کا یہ ارشاد ملتا ہے۔

”اللہ سے محبت کرو کہ وہ تمہیں رزق عطا کرتا ہے“ مجھ سے محبت کرو کہ اللہ مجھ سے محبت کرتا ہے اور میرے اہلیت سے محبت کرو کہ میں ان سے محبت کرتا ہوں“

یہ پیغمبر کا حدیث اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اہلیت سے محبت کا صریح حکم اپنی امت کو دیا ہے لہذا جو بھی مسلمان اہل بیت اطہار سے محبت کا دعویٰ کرے گا اس کے دل میں اہل بیت کے دشمنوں سے نفرت و بیزاری کا جذبہ ضرور ہوگا جسے عرف عام میں تبرائی بھی کہا جاسکتا ہے۔

رسول اکرم کی شخصیت میں محبت کے لاتعداد اسباب و مقتضیات پائے جاتے ہیں جن میں بعض کا خلق آپ کا اپنے پروردگار سے گہرے ربط کی بنا پر ہے اور بعض کا خلق آپ کے فضائل و مناقب سے ہے۔ آپ کی شخصیت میں اگر طینت و اصل کی پاکیزگی، خلقت و اخلاق کی بلندی، ولادت و نشوونما کی عظمت، اخلاق و نفسیات کی رفعت، کرامات کی کثرت اور صفات و کمالات کی جامعیت سے قطع نظر بھی کر لیا جائے اور صرف یہ دیکھا جائے کہ آپ کی ذات اقدس اس کائنات کے لیے سبب تخلیق ہے۔ آپ نہ ہونے تو زمین کا فرش اور آسمانوں کی بلندی نہ ہوتی، انسان قابل ذکر مخلوق نہ ہوتا اور دنیا میں کسی شے کا وجود نہ ہوتا۔ آپ وجود کی غرض و غایت اور اللہ کے بعد ولایت عامہ کے حقدار ہیں تو اتنا اعتبار بھی آپ کی ذات اقدس

سے صحیح ترمذی ج ۱۳ ص ۲۰۱ مستدرک حاکم ج ۳ ص ۱۳۹ تاریخ بغداد ج ۴ ص ۱۶۰

سے محبت کے لیے کافی ہے بلکہ اس امر کا مستحق ہے کہ آپ سے اتنی شدید محبت کی جائے جو اپنے جسم و نفس، اہل و عیال، مال و دولت، آباء و اولاد اور برادران و ازواج وغیرہ سے نہ ہو۔

ظاہر ہے کہ جس طرح امت مسلمہ اللہ کی محبت میں یکساں نہیں ہے اسی طرح رسول اکرم کی محبت میں بھی یکساں نہ ہوگی۔ یہاں بھی معرفت کے اختلاف کے اعتبار سے محبت کے درجات میں اختلاف ہوگا جیسا کہ امام قرطبی کا بیان ہے کہ۔

”جو شخص بھی حضور اکرم پر ایمان لایا ہے وہ اپنے نفس کو حضور کی محبت سے خالی نہیں پاسکتا۔ اس کے بعد لوگ محبت میں مختلف ہیں بعض محبت کے اعلیٰ درجہ پر فائز ہیں اور بعض ادنیٰ درجہ پر۔ جیسے وہ افراد جو خواہشات میں غرق اور دنیا داری میں ڈوبے ہوئے ہیں لیکن ان میں بھی بہت سے ایسے ہیں جن کے سامنے حضرت کا ذکر آتا ہے تو زیارت کے لیے ٹرپ جاتے ہیں اور زیارت ان کی نظر میں اولاد و مال سے زیادہ عزیز ہوتی ہے۔ وہ اس راہ میں ہر قربانی کے لیے تیار ہو جاتے ہیں اور اس کا احساس اپنے نفس کے اندر بغیر کسی خارجی محرک کے پاتے ہیں بلکہ بعض لوگ تو ایسے ہیں جو آپ کی قبر پر طہر کی زیارت اور آپ کے آثار مقدسہ کے مشاہدہ کے لیے بے چین رہتے ہیں اور ہر قربانی دینے کو آمادہ ہو جاتے ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ یہ محبت پائدار نہیں ہوتی بلکہ مسلسل غفلتوں کی بنا پر زائل بھی ہو جاتی ہے۔“

انس بن مالک نے حضور اکرم کا یہ قول نقل کیا ہے کہ۔

”خدا کی قسم کوئی شخص بھی اس وقت تک صاحب ایمان نہیں ہو سکتا جب تک میں اس کے نزدیک باپ بیٹے اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ بن جاؤں“

فتح الباری ابن حجر ج ۱ ص ۵۱-۵۰ ۱۰۰ ۱۰۱ ۱۰۲ ۱۰۳ ۱۰۴ ۱۰۵ ۱۰۶ ۱۰۷ ۱۰۸ ۱۰۹ ۱۱۰ ۱۱۱ ۱۱۲ ۱۱۳ ۱۱۴ ۱۱۵ ۱۱۶ ۱۱۷ ۱۱۸ ۱۱۹ ۱۲۰ ۱۲۱ ۱۲۲ ۱۲۳ ۱۲۴ ۱۲۵ ۱۲۶ ۱۲۷ ۱۲۸ ۱۲۹ ۱۳۰ ۱۳۱ ۱۳۲ ۱۳۳ ۱۳۴ ۱۳۵ ۱۳۶ ۱۳۷ ۱۳۸ ۱۳۹ ۱۴۰ ۱۴۱ ۱۴۲ ۱۴۳ ۱۴۴ ۱۴۵ ۱۴۶ ۱۴۷ ۱۴۸ ۱۴۹ ۱۵۰ ۱۵۱ ۱۵۲ ۱۵۳ ۱۵۴ ۱۵۵ ۱۵۶ ۱۵۷ ۱۵۸ ۱۵۹ ۱۶۰ ۱۶۱ ۱۶۲ ۱۶۳ ۱۶۴ ۱۶۵ ۱۶۶ ۱۶۷ ۱۶۸ ۱۶۹ ۱۷۰ ۱۷۱ ۱۷۲ ۱۷۳ ۱۷۴ ۱۷۵ ۱۷۶ ۱۷۷ ۱۷۸ ۱۷۹ ۱۸۰ ۱۸۱ ۱۸۲ ۱۸۳ ۱۸۴ ۱۸۵ ۱۸۶ ۱۸۷ ۱۸۸ ۱۸۹ ۱۹۰ ۱۹۱ ۱۹۲ ۱۹۳ ۱۹۴ ۱۹۵ ۱۹۶ ۱۹۷ ۱۹۸ ۱۹۹ ۲۰۰ ۲۰۱ ۲۰۲ ۲۰۳ ۲۰۴ ۲۰۵ ۲۰۶ ۲۰۷ ۲۰۸ ۲۰۹ ۲۱۰ ۲۱۱ ۲۱۲ ۲۱۳ ۲۱۴ ۲۱۵ ۲۱۶ ۲۱۷ ۲۱۸ ۲۱۹ ۲۲۰ ۲۲۱ ۲۲۲ ۲۲۳ ۲۲۴ ۲۲۵ ۲۲۶ ۲۲۷ ۲۲۸ ۲۲۹ ۲۳۰ ۲۳۱ ۲۳۲ ۲۳۳ ۲۳۴ ۲۳۵ ۲۳۶ ۲۳۷ ۲۳۸ ۲۳۹ ۲۴۰ ۲۴۱ ۲۴۲ ۲۴۳ ۲۴۴ ۲۴۵ ۲۴۶ ۲۴۷ ۲۴۸ ۲۴۹ ۲۵۰ ۲۵۱ ۲۵۲ ۲۵۳ ۲۵۴ ۲۵۵ ۲۵۶ ۲۵۷ ۲۵۸ ۲۵۹ ۲۶۰ ۲۶۱ ۲۶۲ ۲۶۳ ۲۶۴ ۲۶۵ ۲۶۶ ۲۶۷ ۲۶۸ ۲۶۹ ۲۷۰ ۲۷۱ ۲۷۲ ۲۷۳ ۲۷۴ ۲۷۵ ۲۷۶ ۲۷۷ ۲۷۸ ۲۷۹ ۲۸۰ ۲۸۱ ۲۸۲ ۲۸۳ ۲۸۴ ۲۸۵ ۲۸۶ ۲۸۷ ۲۸۸ ۲۸۹ ۲۹۰ ۲۹۱ ۲۹۲ ۲۹۳ ۲۹۴ ۲۹۵ ۲۹۶ ۲۹۷ ۲۹۸ ۲۹۹ ۳۰۰ ۳۰۱ ۳۰۲ ۳۰۳ ۳۰۴ ۳۰۵ ۳۰۶ ۳۰۷ ۳۰۸ ۳۰۹ ۳۱۰ ۳۱۱ ۳۱۲ ۳۱۳ ۳۱۴ ۳۱۵ ۳۱۶ ۳۱۷ ۳۱۸ ۳۱۹ ۳۲۰ ۳۲۱ ۳۲۲ ۳۲۳ ۳۲۴ ۳۲۵ ۳۲۶ ۳۲۷ ۳۲۸ ۳۲۹ ۳۳۰ ۳۳۱ ۳۳۲ ۳۳۳ ۳۳۴ ۳۳۵ ۳۳۶ ۳۳۷ ۳۳۸ ۳۳۹ ۳۴۰ ۳۴۱ ۳۴۲ ۳۴۳ ۳۴۴ ۳۴۵ ۳۴۶ ۳۴۷ ۳۴۸ ۳۴۹ ۳۵۰ ۳۵۱ ۳۵۲ ۳۵۳ ۳۵۴ ۳۵۵ ۳۵۶ ۳۵۷ ۳۵۸ ۳۵۹ ۳۶۰ ۳۶۱ ۳۶۲ ۳۶۳ ۳۶۴ ۳۶۵ ۳۶۶ ۳۶۷ ۳۶۸ ۳۶۹ ۳۷۰ ۳۷۱ ۳۷۲ ۳۷۳ ۳۷۴ ۳۷۵ ۳۷۶ ۳۷۷ ۳۷۸ ۳۷۹ ۳۸۰ ۳۸۱ ۳۸۲ ۳۸۳ ۳۸۴ ۳۸۵ ۳۸۶ ۳۸۷ ۳۸۸ ۳۸۹ ۳۹۰ ۳۹۱ ۳۹۲ ۳۹۳ ۳۹۴ ۳۹۵ ۳۹۶ ۳۹۷ ۳۹۸ ۳۹۹ ۴۰۰ ۴۰۱ ۴۰۲ ۴۰۳ ۴۰۴ ۴۰۵ ۴۰۶ ۴۰۷ ۴۰۸ ۴۰۹ ۴۱۰ ۴۱۱ ۴۱۲ ۴۱۳ ۴۱۴ ۴۱۵ ۴۱۶ ۴۱۷ ۴۱۸ ۴۱۹ ۴۲۰ ۴۲۱ ۴۲۲ ۴۲۳ ۴۲۴ ۴۲۵ ۴۲۶ ۴۲۷ ۴۲۸ ۴۲۹ ۴۳۰ ۴۳۱ ۴۳۲ ۴۳۳ ۴۳۴ ۴۳۵ ۴۳۶ ۴۳۷ ۴۳۸ ۴۳۹ ۴۴۰ ۴۴۱ ۴۴۲ ۴۴۳ ۴۴۴ ۴۴۵ ۴۴۶ ۴۴۷ ۴۴۸ ۴۴۹ ۴۵۰ ۴۵۱ ۴۵۲ ۴۵۳ ۴۵۴ ۴۵۵ ۴۵۶ ۴۵۷ ۴۵۸ ۴۵۹ ۴۶۰ ۴۶۱ ۴۶۲ ۴۶۳ ۴۶۴ ۴۶۵ ۴۶۶ ۴۶۷ ۴۶۸ ۴۶۹ ۴۷۰ ۴۷۱ ۴۷۲ ۴۷۳ ۴۷۴ ۴۷۵ ۴۷۶ ۴۷۷ ۴۷۸ ۴۷۹ ۴۸۰ ۴۸۱ ۴۸۲ ۴۸۳ ۴۸۴ ۴۸۵ ۴۸۶ ۴۸۷ ۴۸۸ ۴۸۹ ۴۹۰ ۴۹۱ ۴۹۲ ۴۹۳ ۴۹۴ ۴۹۵ ۴۹۶ ۴۹۷ ۴۹۸ ۴۹۹ ۵۰۰ ۵۰۱ ۵۰۲ ۵۰۳ ۵۰۴ ۵۰۵ ۵۰۶ ۵۰۷ ۵۰۸ ۵۰۹ ۵۱۰ ۵۱۱ ۵۱۲ ۵۱۳ ۵۱۴ ۵۱۵ ۵۱۶ ۵۱۷ ۵۱۸ ۵۱۹ ۵۲۰ ۵۲۱ ۵۲۲ ۵۲۳ ۵۲۴ ۵۲۵ ۵۲۶ ۵۲۷ ۵۲۸ ۵۲۹ ۵۳۰ ۵۳۱ ۵۳۲ ۵۳۳ ۵۳۴ ۵۳۵ ۵۳۶ ۵۳۷ ۵۳۸ ۵۳۹ ۵۴۰ ۵۴۱ ۵۴۲ ۵۴۳ ۵۴۴ ۵۴۵ ۵۴۶ ۵۴۷ ۵۴۸ ۵۴۹ ۵۵۰ ۵۵۱ ۵۵۲ ۵۵۳ ۵۵۴ ۵۵۵ ۵۵۶ ۵۵۷ ۵۵۸ ۵۵۹ ۵۶۰ ۵۶۱ ۵۶۲ ۵۶۳ ۵۶۴ ۵۶۵ ۵۶۶ ۵۶۷ ۵۶۸ ۵۶۹ ۵۷۰ ۵۷۱ ۵۷۲ ۵۷۳ ۵۷۴ ۵۷۵ ۵۷۶ ۵۷۷ ۵۷۸ ۵۷۹ ۵۸۰ ۵۸۱ ۵۸۲ ۵۸۳ ۵۸۴ ۵۸۵ ۵۸۶ ۵۸۷ ۵۸۸ ۵۸۹ ۵۹۰ ۵۹۱ ۵۹۲ ۵۹۳ ۵۹۴ ۵۹۵ ۵۹۶ ۵۹۷ ۵۹۸ ۵۹۹ ۶۰۰ ۶۰۱ ۶۰۲ ۶۰۳ ۶۰۴ ۶۰۵ ۶۰۶ ۶۰۷ ۶۰۸ ۶۰۹ ۶۱۰ ۶۱۱ ۶۱۲ ۶۱۳ ۶۱۴ ۶۱۵ ۶۱۶ ۶۱۷ ۶۱۸ ۶۱۹ ۶۲۰ ۶۲۱ ۶۲۲ ۶۲۳ ۶۲۴ ۶۲۵ ۶۲۶ ۶۲۷ ۶۲۸ ۶۲۹ ۶۳۰ ۶۳۱ ۶۳۲ ۶۳۳ ۶۳۴ ۶۳۵ ۶۳۶ ۶۳۷ ۶۳۸ ۶۳۹ ۶۴۰ ۶۴۱ ۶۴۲ ۶۴۳ ۶۴۴ ۶۴۵ ۶۴۶ ۶۴۷ ۶۴۸ ۶۴۹ ۶۵۰ ۶۵۱ ۶۵۲ ۶۵۳ ۶۵۴ ۶۵۵ ۶۵۶ ۶۵۷ ۶۵۸ ۶۵۹ ۶۶۰ ۶۶۱ ۶۶۲ ۶۶۳ ۶۶۴ ۶۶۵ ۶۶۶ ۶۶۷ ۶۶۸ ۶۶۹ ۶۷۰ ۶۷۱ ۶۷۲ ۶۷۳ ۶۷۴ ۶۷۵ ۶۷۶ ۶۷۷ ۶۷۸ ۶۷۹ ۶۸۰ ۶۸۱ ۶۸۲ ۶۸۳ ۶۸۴ ۶۸۵ ۶۸۶ ۶۸۷ ۶۸۸ ۶۸۹ ۶۹۰ ۶۹۱ ۶۹۲ ۶۹۳ ۶۹۴ ۶۹۵ ۶۹۶ ۶۹۷ ۶۹۸ ۶۹۹ ۷۰۰ ۷۰۱ ۷۰۲ ۷۰۳ ۷۰۴ ۷۰۵ ۷۰۶ ۷۰۷ ۷۰۸ ۷۰۹ ۷۱۰ ۷۱۱ ۷۱۲ ۷۱۳ ۷۱۴ ۷۱۵ ۷۱۶ ۷۱۷ ۷۱۸ ۷۱۹ ۷۲۰ ۷۲۱ ۷۲۲ ۷۲۳ ۷۲۴ ۷۲۵ ۷۲۶ ۷۲۷ ۷۲۸ ۷۲۹ ۷۳۰ ۷۳۱ ۷۳۲ ۷۳۳ ۷۳۴ ۷۳۵ ۷۳۶ ۷۳۷ ۷۳۸ ۷۳۹ ۷۴۰ ۷۴۱ ۷۴۲ ۷۴۳ ۷۴۴ ۷۴۵ ۷۴۶ ۷۴۷ ۷۴۸ ۷۴۹ ۷۵۰ ۷۵۱ ۷۵۲ ۷۵۳ ۷۵۴ ۷۵۵ ۷۵۶ ۷۵۷ ۷۵۸ ۷۵۹ ۷۶۰ ۷۶۱ ۷۶۲ ۷۶۳ ۷۶۴ ۷۶۵ ۷۶۶ ۷۶۷ ۷۶۸ ۷۶۹ ۷۷۰ ۷۷۱ ۷۷۲ ۷۷۳ ۷۷۴ ۷۷۵ ۷۷۶ ۷۷۷ ۷۷۸ ۷۷۹ ۷۸۰ ۷۸۱ ۷۸۲ ۷۸۳ ۷۸۴ ۷۸۵ ۷۸۶ ۷۸۷ ۷۸۸ ۷۸۹ ۷۹۰ ۷۹۱ ۷۹۲ ۷۹۳ ۷۹۴ ۷۹۵ ۷۹۶ ۷۹۷ ۷۹۸ ۷۹۹ ۸۰۰ ۸۰۱ ۸۰۲ ۸۰۳ ۸۰۴ ۸۰۵ ۸۰۶ ۸۰۷ ۸۰۸ ۸۰۹ ۸۱۰ ۸۱۱ ۸۱۲ ۸۱۳ ۸۱۴ ۸۱۵ ۸۱۶ ۸۱۷ ۸۱۸ ۸۱۹ ۸۲۰ ۸۲۱ ۸۲۲ ۸۲۳ ۸۲۴ ۸۲۵ ۸۲۶ ۸۲۷ ۸۲۸ ۸۲۹ ۸۳۰ ۸۳۱ ۸۳۲ ۸۳۳ ۸۳۴ ۸۳۵ ۸۳۶ ۸۳۷ ۸۳۸ ۸۳۹ ۸۴۰ ۸۴۱ ۸۴۲ ۸۴۳ ۸۴۴ ۸۴۵ ۸۴۶ ۸۴۷ ۸۴۸ ۸۴۹ ۸۵۰ ۸۵۱ ۸۵۲ ۸۵۳ ۸۵۴ ۸۵۵ ۸۵۶ ۸۵۷ ۸۵۸ ۸۵۹ ۸۶۰ ۸۶۱ ۸۶۲ ۸۶۳ ۸۶۴ ۸۶۵ ۸۶۶ ۸۶۷ ۸۶۸ ۸۶۹ ۸۷۰ ۸۷۱ ۸۷۲ ۸۷۳ ۸۷۴ ۸۷۵ ۸۷۶ ۸۷۷ ۸۷۸ ۸۷۹ ۸۸۰ ۸۸۱ ۸۸۲ ۸۸۳ ۸۸۴ ۸۸۵ ۸۸۶ ۸۸۷ ۸۸۸ ۸۸۹ ۸۹۰ ۸۹۱ ۸۹۲ ۸۹۳ ۸۹۴ ۸۹۵ ۸۹۶ ۸۹۷ ۸۹۸ ۸۹۹ ۹۰۰ ۹۰۱ ۹۰۲ ۹۰۳ ۹۰۴ ۹۰۵ ۹۰۶ ۹۰۷ ۹۰۸ ۹۰۹ ۹۱۰ ۹۱۱ ۹۱۲ ۹۱۳ ۹۱۴ ۹۱۵ ۹۱۶ ۹۱۷ ۹۱۸ ۹۱۹ ۹۲۰ ۹۲۱ ۹۲۲ ۹۲۳ ۹۲۴ ۹۲۵ ۹۲۶ ۹۲۷ ۹۲۸ ۹۲۹ ۹۳۰ ۹۳۱ ۹۳۲ ۹۳۳ ۹۳۴ ۹۳۵ ۹۳۶ ۹۳۷ ۹۳۸ ۹۳۹ ۹۴۰ ۹۴۱ ۹۴۲ ۹۴۳ ۹۴۴ ۹۴۵ ۹۴۶ ۹۴۷ ۹۴۸ ۹۴۹ ۹۵۰ ۹۵۱ ۹۵۲ ۹۵۳ ۹۵۴ ۹۵۵ ۹۵۶ ۹۵۷ ۹۵۸ ۹۵۹ ۹۶۰ ۹۶۱ ۹۶۲ ۹۶۳ ۹۶۴ ۹۶۵ ۹۶۶ ۹۶۷ ۹۶۸ ۹۶۹ ۹۷۰ ۹۷۱ ۹۷۲ ۹۷۳ ۹۷۴ ۹۷۵ ۹۷۶ ۹۷۷ ۹۷۸ ۹۷۹ ۹۸۰ ۹۸۱ ۹۸۲ ۹۸۳ ۹۸۴ ۹۸۵ ۹۸۶ ۹۸۷ ۹۸۸ ۹۸۹ ۹۹۰ ۹۹۱ ۹۹۲ ۹۹۳ ۹۹۴ ۹۹۵ ۹۹۶ ۹۹۷ ۹۹۸ ۹۹۹ ۱۰۰۰ ۱۰۰۱ ۱۰۰۲ ۱۰۰۳ ۱۰۰۴ ۱۰۰۵ ۱۰۰۶ ۱۰۰۷ ۱۰۰۸ ۱۰۰۹ ۱۰۱۰ ۱۰۱۱ ۱۰۱۲ ۱۰۱۳ ۱۰۱۴ ۱۰۱۵ ۱۰۱۶ ۱۰۱۷ ۱۰۱۸ ۱۰۱۹ ۱۰۲۰ ۱۰۲۱ ۱۰۲۲ ۱۰۲۳ ۱۰۲۴ ۱۰۲۵ ۱۰۲۶ ۱۰۲۷ ۱۰۲۸ ۱۰۲۹ ۱۰۳۰ ۱۰۳۱ ۱۰۳۲ ۱۰۳۳ ۱۰۳۴ ۱۰۳۵ ۱۰۳۶ ۱۰۳۷ ۱۰۳۸ ۱۰۳۹ ۱۰۴۰ ۱۰۴۱ ۱۰۴۲ ۱۰۴۳ ۱۰۴۴ ۱۰۴۵ ۱۰۴۶ ۱۰۴۷ ۱۰۴۸ ۱۰۴۹ ۱۰۵۰ ۱۰۵۱ ۱۰۵۲ ۱۰۵۳ ۱۰۵۴ ۱۰۵۵ ۱۰۵۶ ۱۰۵۷ ۱۰۵۸ ۱۰۵۹ ۱۰۶۰ ۱۰۶۱ ۱۰۶۲ ۱۰۶۳ ۱۰۶۴ ۱۰۶۵ ۱۰۶۶ ۱۰۶۷ ۱۰۶۸ ۱۰۶۹ ۱۰۷۰ ۱۰۷۱ ۱۰۷۲ ۱۰۷۳ ۱۰۷۴ ۱۰۷۵ ۱۰۷۶ ۱۰۷۷ ۱۰۷۸ ۱۰۷۹ ۱۰۸۰ ۱۰۸۱ ۱۰۸۲ ۱۰۸۳ ۱۰۸۴ ۱۰۸۵ ۱۰۸۶ ۱۰۸۷ ۱۰۸۸ ۱۰۸۹ ۱۰۹۰ ۱۰۹۱ ۱۰۹۲ ۱۰۹۳ ۱۰۹۴ ۱۰۹۵ ۱۰۹۶ ۱۰۹۷ ۱۰۹۸ ۱۰۹۹ ۱۱۰۰ ۱۱۰۱ ۱۱۰۲ ۱۱۰۳ ۱۱۰۴ ۱۱۰۵ ۱۱۰۶ ۱۱۰۷ ۱۱۰۸ ۱۱۰۹ ۱۱۱۰ ۱۱۱۱ ۱۱۱۲ ۱۱۱۳ ۱۱۱۴ ۱۱۱۵ ۱۱۱۶ ۱۱۱۷ ۱۱۱۸ ۱۱۱۹ ۱۱۲۰ ۱۱۲۱ ۱۱۲۲ ۱۱۲۳ ۱۱۲۴ ۱۱۲۵ ۱۱۲۶ ۱۱۲۷ ۱۱۲۸ ۱۱۲۹ ۱۱۳۰ ۱۱۳۱ ۱۱۳۲ ۱۱۳۳ ۱۱۳۴ ۱۱۳۵ ۱۱۳۶ ۱۱۳۷ ۱۱۳۸ ۱۱۳۹ ۱۱۴۰ ۱۱۴۱ ۱۱۴۲ ۱۱۴۳ ۱۱۴۴ ۱۱۴۵ ۱۱۴۶ ۱۱۴۷ ۱۱۴۸ ۱۱۴۹ ۱۱۵۰ ۱۱۵۱ ۱۱۵۲ ۱۱۵۳ ۱۱۵۴ ۱۱۵۵ ۱۱۵۶ ۱۱۵۷ ۱۱۵۸ ۱۱۵۹ ۱۱۶۰ ۱۱۶۱ ۱۱۶۲ ۱۱۶۳ ۱۱۶۴ ۱۱۶۵ ۱۱۶۶ ۱۱۶۷ ۱۱۶۸ ۱۱۶۹ ۱۱۷۰ ۱۱۷۱ ۱۱۷۲ ۱۱۷۳ ۱۱۷۴ ۱۱۷۵ ۱۱۷۶ ۱۱۷۷ ۱۱۷۸ ۱۱۷۹ ۱۱۸۰ ۱۱۸۱ ۱۱۸۲ ۱۱۸۳ ۱۱۸۴ ۱۱۸۵ ۱۱۸۶ ۱۱۸۷ ۱۱۸۸ ۱۱۸۹ ۱۱۹۰ ۱۱۹۱ ۱۱۹۲ ۱۱۹۳ ۱۱۹۴ ۱۱۹۵ ۱۱۹۶ ۱۱۹۷ ۱۱۹۸ ۱۱۹۹ ۱۲۰۰ ۱۲۰۱ ۱۲۰۲ ۱۲۰۳ ۱۲۰۴ ۱۲۰۵ ۱۲۰۶ ۱۲۰۷ ۱۲۰۸ ۱۲۰۹ ۱۲۱۰ ۱۲۱۱ ۱۲۱۲ ۱۲۱۳ ۱۲۱۴ ۱۲۱۵ ۱۲۱۶ ۱۲۱۷ ۱۲۱۸ ۱۲۱۹ ۱۲۲۰ ۱۲۲۱ ۱۲۲۲ ۱۲۲۳ ۱۲۲۴ ۱۲۲۵ ۱۲۲۶ ۱۲۲۷ ۱۲۲۸ ۱۲۲۹ ۱۲۳۰ ۱۲۳۱ ۱۲۳۲ ۱۲۳۳ ۱۲۳۴ ۱۲۳۵ ۱۲۳۶ ۱۲۳۷ ۱۲۳۸ ۱۲۳۹ ۱۲۴۰ ۱۲۴۱ ۱۲۴۲ ۱۲۴۳ ۱۲۴۴ ۱۲۴۵ ۱۲۴۶ ۱۲۴۷ ۱۲۴۸ ۱۲۴۹ ۱۲۵۰ ۱۲۵۱ ۱۲۵۲ ۱۲۵۳ ۱۲۵۴ ۱۲۵۵ ۱۲۵۶ ۱۲۵۷ ۱۲۵۸ ۱۲۵۹ ۱۲۶۰ ۱۲۶۱ ۱۲۶۲ ۱۲۶۳ ۱۲۶۴ ۱۲۶۵ ۱۲۶۶ ۱۲۶۷ ۱۲۶۸ ۱۲۶۹ ۱۲۷۰ ۱۲۷۱ ۱۲۷۲ ۱۲۷۳ ۱۲۷۴ ۱۲۷۵ ۱۲۷۶ ۱۲۷۷ ۱۲۷۸ ۱۲۷۹ ۱۲۸۰ ۱۲۸۱ ۱۲۸۲ ۱۲۸۳ ۱۲۸۴ ۱۲۸۵ ۱۲۸۶ ۱۲۸۷ ۱۲۸۸ ۱۲۸۹ ۱۲۹۰ ۱۲۹۱ ۱۲۹۲ ۱۲۹۳ ۱۲۹۴ ۱۲۹۵ ۱۲۹۶ ۱۲۹۷ ۱۲۹۸ ۱۲۹۹ ۱۳۰۰ ۱۳۰۱ ۱۳۰۲ ۱۳۰۳ ۱۳۰۴ ۱۳۰۵ ۱۳۰۶ ۱۳۰۷ ۱۳۰۸ ۱۳۰۹ ۱۳۱۰ ۱۳۱۱ ۱۳۱۲ ۱۳۱۳ ۱۳۱۴ ۱۳۱۵ ۱۳۱۶ ۱۳۱۷ ۱۳۱۸ ۱۳۱۹ ۱۳۲۰ ۱۳۲۱ ۱۳۲۲ ۱۳۲۳ ۱۳۲۴ ۱۳۲۵ ۱۳۲۶ ۱۳۲۷ ۱۳۲۸ ۱۳۲۹ ۱۳۳۰ ۱۳۳۱ ۱۳۳۲ ۱۳۳۳ ۱۳۳۴ ۱۳۳۵ ۱۳۳۶ ۱۳۳۷ ۱۳۳۸ ۱۳۳۹ ۱۳۴۰ ۱۳۴۱ ۱۳۴۲ ۱۳۴۳ ۱۳۴۴ ۱۳۴۵ ۱۳۴۶ ۱۳۴۷ ۱۳۴۸ ۱۳۴۹ ۱۳۵۰ ۱۳۵۱ ۱۳۵۲ ۱۳۵۳ ۱۳۵۴ ۱۳۵۵ ۱۳۵۶ ۱۳۵۷ ۱۳۵۸ ۱۳۵۹ ۱۳۶۰ ۱۳۶۱ ۱۳۶۲ ۱۳۶۳ ۱۳۶۴ ۱۳۶۵ ۱۳۶۶ ۱۳۶۷ ۱۳۶۸ ۱۳۶۹ ۱۳۷۰ ۱۳۷۱ ۱۳۷۲ ۱۳۷۳ ۱۳۷۴ ۱۳۷۵ ۱۳۷۶ ۱۳۷۷ ۱۳۷۸ ۱۳۷۹ ۱۳۸۰ ۱۳۸۱ ۱۳۸۲ ۱۳۸۳ ۱۳۸۴ ۱۳۸۵ ۱۳۸۶ ۱۳۸۷ ۱۳۸۸ ۱۳۸۹ ۱۳۹۰ ۱۳۹۱ ۱۳۹۲ ۱۳۹۳ ۱۳۹۴ ۱۳۹۵ ۱۳۹۶ ۱۳۹۷ ۱۳۹۸ ۱۳۹۹ ۱۴۰۰ ۱۴۰۱ ۱۴۰۲ ۱۴۰۳ ۱۴۰۴ ۱۴۰۵ ۱۴۰۶ ۱۴۰۷ ۱۴۰۸ ۱۴۰۹ ۱۴۱۰ ۱۴۱۱ ۱۴۱۲ ۱۴۱۳ ۱۴۱۴ ۱۴۱۵ ۱۴۱۶ ۱۴۱۷ ۱۴۱۸ ۱۴۱۹ ۱۴۲۰ ۱۴۲۱ ۱۴۲۲ ۱۴۲۳ ۱۴۲۴ ۱۴۲۵ ۱۴۲۶ ۱۴۲۷ ۱۴۲۸ ۱۴۲۹ ۱۴۳۰ ۱۴۳۱ ۱۴۳۲ ۱۴۳۳ ۱۴۳۴ ۱۴۳۵ ۱۴۳۶ ۱۴۳۷ ۱۴۳۸ ۱۴۳۹ ۱۴۴۰ ۱۴۴۱ ۱۴۴۲ ۱۴۴۳ ۱۴۴۴ ۱۴۴۵ ۱۴۴۶ ۱۴۴۷ ۱۴۴۸ ۱۴۴۹ ۱۴۵۰ ۱۴۵۱ ۱۴۵۲ ۱۴۵۳ ۱۴۵۴ ۱۴۵۵ ۱۴۵۶ ۱۴۵۷ ۱۴۵۸ ۱۴۵۹ ۱۴۶۰ ۱۴۶۱ ۱۴۶۲ ۱۴۶۳ ۱۴۶۴ ۱۴۶۵ ۱۴۶۶ ۱۴۶۷ ۱۴۶۸ ۱۴۶۹ ۱۴۷۰ ۱۴۷۱ ۱۴۷۲ ۱۴۷۳ ۱۴۷۴ ۱۴۷۵ ۱۴۷۶ ۱۴۷۷ ۱۴۷۸ ۱۴۷۹ ۱۴۸۰ ۱۴۸۱ ۱۴۸۲ ۱۴۸۳ ۱۴۸۴ ۱۴۸۵ ۱۴۸۶ ۱۴۸۷ ۱۴۸۸ ۱۴۸۹ ۱۴۹۰ ۱۴۹۱ ۱۴۹۲ ۱۴۹۳ ۱۴۹۴ ۱۴۹۵ ۱۴۹۶ ۱۴۹۷ ۱۴۹۸ ۱۴۹۹ ۱۵۰۰ ۱۵۰۱ ۱۵۰۲ ۱۵۰۳ ۱۵۰۴ ۱۵۰۵ ۱۵۰۶ ۱۵۰۷ ۱۵۰۸ ۱۵۰۹ ۱۵۱۰ ۱۵۱۱ ۱۵۱۲ ۱۵۱۳





حسینؑ مجھ سے ہے اور میں حسینؑ سے ہوں۔ خدا یا اسے دوست رکھ جو حسینؑ سے محبت کرے۔ (حضرت عائشہؓ) (یعنی بن مرہ)

۸۔ خدا یا میں حسینؑ کو دوست رکھتا ہوں تو بھی انھیں اور ان کے چاہنے والوں کو دوست رکھ۔ (ابو ہریرہؓ)

۹۔ جو مجھ سے محبت کرتا ہے اس کا فرض ہے کہ وہ حسینؑ سے محبت کرے (ابو ہریرہؓ)

۱۰۔ اللہ میرا مولا اور میرے نفس سے اولیٰ ہے اس کے سامنے میرا کوئی حکم نہیں میں صاحب ایمان کے نفسوں سے اولیٰ ہوں۔ میرے سامنے ان کا کوئی حکم نہیں ہے اور جس کا میں حاکم مطلق ہوں اس کے علیٰ بھی حاکم میں علیؑ کے سامنے اس کا کوئی حکم نہیں چل سکتا۔

۱۱۔ میرے اہل بیتؑ کی مثال تم میں سفیدہؓ نوح کی مسی ہے جو اس پر سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جس نے اسے چھوڑ دیا وہ ڈوب گیا۔

۱۲۔ میرے اہل بیتؑ کی مثال تم میں باب حطہ بنی اسرائیل کی سی ہے جو اس میں داخل ہوا اس کے گناہ بخش دئے گئے۔

۱۳۔ اے علیؑ جو تمھارا دوست ہے وہ میرا دوست ہے اور جو تمھارا دشمن ہے وہ میرا دشمن ہے۔

۱۴۔ جو علیؑ کا دوست ہے وہ میرا دوست ہے اور جو میرا دوست ہے وہ خدا کا دوست ہے۔

۱۵۔ جو علیؑ کا دشمن ہے وہ میرا دشمن ہے اور جو میرا دشمن ہے وہ خدا کا دشمن ہے۔

۱۶۔ جو علیؑ و فاطمہؓ اور حسینؑ کو دوست رکھے وہ میرا دوست ہے اور جو ان کا دشمن ہے وہ میرا دشمن ہے۔

۱۷۔ حسینؑ پر میرے ماں باپ قربان میرے دوستوں کا فرض ہے کہ وہ ان سے محبت کریں۔

۱۸۔ میں تمھارے درمیان دو گراں قدر چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں ایک کتاب اللہ اور دوسرے میرے اہل بیتؑ۔ اگر تم ان سے تسک رکھو گے تو ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔

۱۹۔ جو مجھ سے نسل کا خواہاں ہے اور یہ چاہتا ہے کہ روز قیامت میری شفاعت کا حقدار بن جائے تو اس کا فرض ہے کہ وہ میرے اہل بیتؑ سے محبت کرے اور انھیں خوش رکھے۔

۲۰۔ علیؑ پر جرم ہدایت اسام اللادلیا، نور صاحبان اطاعت اور اہل تقویٰ کا کلہ ہے اس کا دوست میرا دوست ہے اور اس کا دشمن میرا دشمن۔

ان احادیث کے علاوہ بے شمار حدیثیں ایسی اور بھی ہیں جن میں محبت اہل بیتؑ کی اپنی کو ظاہر کیا گیا ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ یہ محبت دین کی ضروریات عقل کے فرائض اور محبت رسولؐ کے لوازم میں سے ہے۔ یہ اور بات ہے کہ اس محبت کی کوئی تحدید نہیں ہو سکتی اور نہ کسی خاص حد کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ اس لیے کہ محبت اپنے وجود میں مخصوص اسباب و علل کی تابع ہے اور انھیں اسباب کی بنا پر اس کے درجہ و مرتبہ کا بھی تعین ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ جب ہم ان اسباب و علل فضائل و کمالات کا احاطہ نہیں کر سکتے اور نہ تمام لوگ اپنے علم و عرفان میں مساوی ہی ہو سکتے ہیں تو کسی ایک حد و مرتبہ کا تعین کس طرح صحیح ہو سکتا ہے بلکہ میرا عقیدہ تو یہ ہے کہ اگر محبت کے بے شمار اسباب میں سے کسی ایک سبب کو بھی گہری نظر سے دیکھا جائے تو اندازہ ہو جائے گا کہ خداؑ رسولؐ اور آل رسولؐ کی محبت کا کوئی درجہ معین نہیں کیا جاسکتا اور اگر آپ کو تعین کا ہی شوق ہے تو آئیے اہل اطہارؑ کی محبت کے علل و اسباب پر غور کیجئے اور پھر بتائیے کہ یہ اسباب کس حد تک محبت کے مقتضی ہیں۔



۱۔ اہل بیت علیہم السلام سرکار رسالت سے نسب اور داماد و حامی دونوں طرح کا رشتہ رکھتے ہیں اور سرکار رسالت کا یہ کھلا ہوا اعلان ہے کہ "روز قیامت تمام منہی اور صلیبی رشتے منقطع ہو جائیں گے سوائے میرے رشتوں کے"۔

۲۔ اہل بیت علیہم السلام کو خدا اور رسول اپنا محبوب سمجھتے ہیں اور تمام مخلوقات سے زیادہ ان سے محبت کرتے ہیں جیسا کہ حدیث "خیر اور حدیث طبر و غیرہ سے واضح ہے۔

۳۔ اہل بیت علیہم السلام سے محبت رکھنے والا شخص بغیر اسلام کی اس دعا کا مستحق ہو جاتا ہے "خداوند! ان کے دوست کو دوست رکھ" ان کے مددگار کی مدد کر" ان کے ناصر کی نصرت کر اور ان کے محب کو محبوب قرار دے۔

۴۔ اہل بیت علیہم السلام کی محبت نبض قرآن "ختم نبوت کی اجرت ہے اور اس پر روزِ ازل سے تمام امت کا اجماع اور اتفاق ہے۔

۵۔ اہل بیت علیہم السلام کی محبت کے بارے میں روزِ حشر قدم قدم پر سوال کیا جائے گا "وقفوا ہم انہم مسئولون" اور بقول ابوسعید خدری "مسئولون عن ولایۃ علی"۔

مفسر کبیر واحدی کا بیان ہے کہ روز قیامت ہر شخص سے علی اور اہل بیت کی محبت کے بارے میں اس لیے سوال ہوگا کہ رسول اکرم نے اپنی تمام خدمات کے عوض میں کسی اجرت کا تقاضا نہیں کیا اور اگر تقاضا کیا ہے تو صرف اہل بیت سے محبت کا مطلب یہ ہے کہ ہر شخص سے سوال ہوگا کہ اس نے اہل بیت سے اس طرح محبت کی ہے یا نہیں جس طرح رسول اکرم نے حکم دیا تھا۔

علامہ ابن حجر نے "صواعق محرقة" میں ابوسعید خدری کی روایت کو نقل کر کے واحدی

کے اس جملے کا بھی اضافہ کیا ہے کہ "جس طرح رسول اکرم نے حکم دیا تھا" درحقیقت کثیر روایات و احادیث کی طرف اشارہ ہے جن میں حضور اکرم نے محبت اہل بیت کی تاکید فرمائی ہے۔

ابوسعید خدری کی اس حدیث اور واحدی کی تشریح کو بہت سے علمائے اسلام نے نقل کیا ہے اور بعض نے تو حدیث ثعلین سے اس ذیل میں اس طرح استدلال کیا ہے کہ "اللہ روز قیامت تم سے سوال کرے گا کہ تم نے میرے بعد خدا کی کتاب اور میرے اہل بیت کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے؟

سبیل جوزی نے تذکرہ صفحہ ۱۰ میں اس مجاہد کا یہ قول نقل کیا ہے کہ "روز قیامت لوگوں سے ولایت علی کے بارے میں سوال ہوگا"۔

سید آلوسی نے اپنی تفسیر کی ۲۳ ویں جلد کے صفحہ ۸۰ پر آیت مذکورہ کے ذیل میں بہت سے اقوال نقل کرنے کے بعد یہ فیصلہ کیا ہے کہ روز قیامت عقائد و اعمال کے بارے میں سوال ہوگا اور عقائد میں اس رئیس "لا الہ الا اللہ ہے اور بلند ترین عقیدہ ولایت علی کرم اللہ وجہ ہے۔

۶۔ اہل بیت علیہم السلام قرآن کریم کے ہمسرد ہم پلہ ہیں جیسا کہ پیغمبر اسلام نے حدیث ثعلین میں ارشاد فرمایا ہے کہ یہ ائمہ ہدایت ہیں یہی ہمسر قرآن میں انہیں کے ذریعہ انسانی گمراہی سے نجات پاتا ہے اور یہی پاکیزہ زندگی کی رہنمائی کرتا ہے۔

۷۔ حضرت علی علیہ السلام کی محبت ایمان کی علامت ہے جیسا کہ سرکارِ دو عالم کا ارشاد ہے کہ "اے علی! تمہارا دوست نہیں ہوگا مگر مومن اور تمہارا دشمن نہیں ہوگا مگر منافق" اس معنوں کی بے شمار حدیثیں ہیں یہاں تک کہ صحابہ کرام نے اسی بات کی مبارکباد دی ہے جیسا کہ یزید بن عمر میں لاکھوں کے بھرے مجمع میں عمر بن خطاب نے کہا تھا "بارک ہو مبارک ہو

یا علی آج آپ میرے اور ہر مومن کے مولا ہو گئے۔“

یہی بات محب الدین طبری، دارقطنی اور ابن السمان وغیرہ نے اس واقعہ کے ذیل میں لکھی ہے کہ دو ایرانی باہم جھگڑا کرتے ہوئے آئے اور انھوں نے حضرت علیؑ سے کہا۔ یا ابوالحسن! آپ ہم دونوں کے درمیان فیصلہ کر دیجئے۔ آپ نے فیصلہ کر دیا تو ان میں سے ایک نے طنز یہ بچہ میں کہا۔ یہ ہمارے درمیان فیصلہ کریں گے۔ پس یہ سننا تھا کہ عمر بن خطابؓ کو غضب آگیا۔ جھپٹ کر اس کا گریبان پکڑ لیا اور کہا۔ خدا تجھ پر لعنت کرے! جانتا ہے یہ کون ہیں؟ یہ میرے اور ہر مومن کے مولا ہیں۔ جو انھیں مولا نہیں مانتا وہ مومن نہیں ہے۔

حضرت علیؑ کی محبت تمام افراد امت پر بلا استثنا واجب ہے اور ان میں اولیا، علماء و صدیقین، شہداء نیز صالحین بھی شامل ہیں۔ اس بات کا صحیح اندازہ حاکم نیشاپوری کی نقل کردہ اس روایت سے ہوتا ہے جو انھوں نے ”کتاب الموفات“ میں ابن مسعودؓ سے کی ہے کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا: ”اے عبد اللہ میرے پاس ایک سنگ آیا اور اس نے کہا: ”اپنے پیٹے آنے والے رسولوں سے سوال کرو کہ انھیں کیوں سوٹ کیا گیا ہے؟ تو میں نے سب سے سوال کیا اور سب نے جواب دیا کہ آپ کی محبت اور علیؑ کی ولایت کی بنیاد پر۔“

حافظ ابو نعیم اصفہانی نے اس حدیث کو یوں نقل کیا ہے کہ سرکارِ دو عالم نے فرمایا: ”جب مجھے سوانح میں لے جایا گیا تو میں نے جو حقے آسمان پر یا نوت کا ایک محل دیکھا جبریلؑ نے کہا یہ بیت المکرم ہے اس میں نماز پڑھئے۔ اس کے بعد خدا نے تمام انبیاء کو جمع کر لیا اور وہ سب میرے پیچھے صف باندھ کر کھڑے ہو گئے۔ میں نے نماز پڑھائی۔ جب سلام سے فارغ ہوا تو ایک ناسخہ الہی آیا اور اس نے کہا: ”اے محمد! اللہ تعالیٰ آپ کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ ان انبیاء سے سوال کیجئے کہ انھیں نبوت کا منصب کیوں دیا گیا ہے؟“

میں نے سوال کیا اور سب نے بالاتفاق یہ جواب دیا کہ ”آپ کی نبوت اور علیؑ کی ولایت کے طفیل میں۔“

ظاہر ہے کہ حضرت علیؑ کی یہ ولایت جس طرح کسی شخص کو مستثنیٰ نہیں کرتی اسی طرح کسی حالت و کیفیت کو بھی الگ نہیں کرتی! انسان کسی جگہ ہو کسی عالم میں ہو اس پر فرض ہے کہ وہ علیؑ کی محبت کو سینے سے لگا کر رہے۔ حالات کی تبدیلی سے نفعیاتی کیفیات کا تبدیل ہونا ایک الگ بات ہے لیکن اہل بیت کی محبت میں ذرہ برابر بھی فرق کا پیدا ہونا کسی طرح بھی درست نہیں ہے۔

۹۔ اہل بیت علیہم السلام کی محبت، جملہ اعمال و عبادات، صلوات و طاعات اور حج و صیام وغیرہ میں ایک ”شرط“ کی حیثیت رکھتی ہے جیسا کہ اکثر حدیثوں میں وارد ہوا ہے۔  
۱۰۔ اہل بیت علیہم السلام میں ذاتی طور پر محبت کے جملہ اسباب و عوامل پائے جاتے ہیں۔ یہ اصل دسل کے ظاہر حسب و نسب کے طیب، علم و حکمت کے مخزن، زہد و تقویٰ کے خگر اور کمالات و فضائل کے مرکز ہیں اور چونکہ ان کی فضیلتوں کی کوئی حد معین نہیں ہے لہذا ان کی محبت بھی لامحدود ہونی چاہیے۔

ان تمام مذکورہ عوامل و اسباب کے علاوہ اور بھی ایسے بے شمار اسباب ہیں جن میں ہر سبب تنہا ایک مستقل محبت کا داعی ہے جو دلوں میں گھر کر لیتا ہے اور نفوس کو اپنی طرف متوجہ کر لیتا ہے۔ اور ان سب باتوں سے بالاتر بات یہ ہے کہ اہل بیت علیہم السلام دنیا والوں کے لیے نجات کا ذریعہ ہیں، ان کا ابر کرم عام ہے، ان کی برکتیں لامحدود ہیں، یہ زمین و آسمان کے لیے وجہ بقا ہیں، ہر طبقہ انسانی ان کے پرچم کے سائے میں امن و سکون کی زندگی گزار سکتا ہے اور اگر یہ نہ ہوتے تو اب تک دنیا قیامت سے مگر اگر تباہ و برباد ہو گئی



ہوئی چنانچہ علامہ عزیزی بھی "سراج" جلد ۳ کے صفحہ ۴۱۶ پر ایک روایت کے ذیل میں رقمطراز ہیں کہ:-

"جب ساری کائنات رسول اکرم کے طفیل میں خلق ہوئی ہے تو اس کی بقا بھی یقیناً آپ کے اہل بیت سے وابستہ ہوگی"

محمد و آل محمد کی حیات ظاہرہ اور سیرت طیبہ میں محبت کے اسباب و عوامل پر غور و فکر کرنے کے بعد یہ فیصلہ آسان ہو جاتا ہے کہ "تولی" اور "تسبیہ" دونوں ہی جزو اسلام و ایمان اور ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم ہیں۔ نہ تولی کے بغیر تسبیہ ممکن ہے اور نہ ہی تسبیہ کے بغیر تولی کی شرط پوری کی جاسکتی ہے کیونکہ قانون نفرت کے مطابق انسان جب کسی سے والہانہ محبت کرے گا تو اس کے مخالفین یا دشمنوں سے نفرت، بیزاری اور بے تعلقی کا اظہار بھی کرے گا اور اسی مسلم الثبوت قانون کے تحت شیعہ حضرات خدا کے بعد محمد و آل محمد سے بے پناہ محبت بھی کرتے ہیں اور دشمنان محمد و آل محمد سے اپنی دلی نفرت کا اظہار بھی کرتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ نفرت و بیزاری کے اظہار کی آخری منزل نفرت و ملامت ہے۔

## تبرا اور لعنت کی معنوی حیثیت

تسبیہ "باب تفعیل" سے آیا ہے۔ اس کے معنی برادت چاہنا ہے یعنی فلاں — فلاں — فلاں سے میں دوری چاہتا ہوں اور اس بات کا خواہشمند ہوں کہ اللہ کی رحمت اُن سے دور رہے۔

اردو زبان کے لغت شلانات کشوری میں تسبیہ کے معنی نفرت کرنا، بیزاری کا اظہار کرنا یا بیزار ہونا تحریر کئے گئے ہیں جبکہ فیروز اللغات وغیرہ میں تسبیہ کے معنوں میں بے تعلقی اختیار کرنا، نفرت کرنا اور لعنت بھیجنا وغیرہ مرقوم ہے۔ اسی طرح لغت کے معنوں میں نفرت، بے تعلقی، بیزاری، بھلا کہنا، کنہ رکشی اختیار کرنا، نفرت کرنا، بددعا کرنا اور رحمت خداوندی سے دوری وغیرہ مرقوم ہے۔ اور یہی بات ہم اوپر تحریر کر چکے ہیں کہ تسبیہ اور برادت سے مراد خدا و رسول اور اہل بیت رسول کے تمام دشمنوں اور ان کے دوستوں کے دشمنوں کو دشمن سمجھنا ہے جن میں سرفہرست وہ لوگ بھی ہیں جنہوں نے محمد و آل محمد پر مظالم کے دروازے کھولے اور ان کے حقوق پر ڈاکے ڈالے اور اس زمرہ میں وہ چھوٹی بڑی شخصیات بھی آتی ہیں جو خدا اور اس کے رسول کے لیے بیزاری کا سبب بنیں یا آل رسول کے لیے اذیتوں کا باعث قرار پائیں اور اس سے گناہ اور گنہگاروں کو دشمن سمجھنا بھی مراد ہے کیونکہ عبادت گزاروں اور اطاعت شعاروں سے دوستی تولی میں شامل ہے۔

ان دونوں واجبات خدا کی اہمیت اور عظمت کے بارے میں جن کا شمار ارکان دین میں ہوتا ہے بہت سی قرآنی آیات موجود ہیں جنہیں ہم آئندہ صفحات میں اجمالی طور پر پیش کریں گے۔ اختصار کو نظر میں رکھتے ہوئے یہاں فی الحال تبرکات المہ اظہار کی چند احادیث پر اکتفا مناسب ہے۔

اسام محمد باقر علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ:-

"اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے اول نماز، دوسرے روزہ، تیسرے حج چوتھے زکوٰۃ اور پانچویں ولایت۔ اور ان چیزوں میں سے کسی کے بارے میں اس

طرح حکم صادر نہیں ہوا جس طرح ولایت علیؑ کے بارے میں حکم دیا گیا ہے۔

ایک دوسری حدیث میں آپؐ نے فرمایا۔

”دنیا کی بنیاد اہل بیت رسولؐ اور ان کے دوستوں سے دوستی پر قائم ہے اور ان کے دشمنوں سے دشمنی رکھنا اطاعت و اتباع میں شامل ہے۔“

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں۔

”حضرت رسول خدا (صلعم) نے اپنے اصحاب سے ایک دن پوچھا کہ ایمان کا سب سے مستحکم رشتہ جو صاحب عمل کو نجات دلائے اور اسے سعادت ابدی پر فائز کرے کون سا ہے؟ اس استفسار پر کسی نے جواب دیا نماز، کسی نے کہا روزہ، کسی نے کہا زکوٰۃ، کسی نے کہا حج اور عمرہ اور کسی نے کہا جہاد۔ آنحضرتؐ نے فرمایا تم لوگوں نے جن چیزوں کے بارے میں بتایا ہے وہ چیزیں اپنی جگہ فضیلت تو رکھتی ہیں لیکن ایمان کے لیے اس وقت تک حکم وسیلہ نہیں بن سکتیں جب تک ایمان کی بنیاد خدا اور اس کے رسولؐ سے دوستی اور خدا اور رسولؐ کے دشمنوں سے بیزاری پر نہ ہو۔“

”قوانین اسلامی کے ذیل میں امام رضا علیہ السلام نے تحریر فرمایا ہے کہ۔“

”جن لوگوں نے محمدؐ و آل محمدؐ پر مظالم ڈھائے ہیں ان سے بیزاری واجب ہے۔ کمیشن فاسطین اور مارتین لینن جنگ جمل میں حضرت علیؑ سے لڑنے والوں، صفین میں سادیہ کی طرف سے جنگ کرنے والوں اور نہروان کے خارجیوں سے بیزاری اور اسی طرح ان لوگوں سے بیزاری جنھوں نے ولایت علیؑ سے انکار کیا، واجب ہے۔ اور اس کے برعکس حضرت علیؑ کا اتباع کرنے

۱۰۲۰ اصول کافی ج ۲ ص ۱۸ ۱۰۳۰ اصول کافی ج ۲ ص ۱۲۵

والوں مثلاً سلمان، ابوذر، مقداد، عمار، ابو لعیشہ، سہیل بن حنیف، عبادہ بن صامت، ابو ایوب انصاری، خزیمہ بن ثابت اور ابوسعید خدری وغیرہ سے دوستی واجب ہے۔“

ایک اور حدیث میں آپؐ نے فرمایا۔

”جو شخص حالت ایمان میں خدا سے ملاقات کا مشتاق ہو وہ آل رسولؐ سے محبت اور دوستی رکھے اور ان کے دشمنوں سے بیزاری اختیار کرے۔“

صداق آل محمدؐ کی ایک حدیث یہ بھی ہے۔

”قیامت کے دن مادی ندادے گا کہ وہ لوگ کہاں ہیں جنھوں نے خدا اور رسولؐ اور اہل بیت کی مخالفت اور ان سے مزاحمت کے طے طریقے اپنائے تھے۔ اس پر کچھ لوگ کھڑے ہو جائیں گے جن کے چہروں پر گوشت نہیں ہوگا اور وہ اقرار کریں گے کہ ہم نے خدا اور رسولؐ کو آزرہ کیا، ان کی مخالفت کی اور ان کے اہل بیت سے دشمنی کے مرکب ہوئے۔ اس پر حکم ہوگا کہ انھیں اوندھے منہ جہنم میں ڈال دیا جائے۔“

اس مختصر سی گفتگو میں ”تبرا“ اور ”لعنت“ کی منوی حیثیت پوری طرح اجاگر اور حقیقت مکمل طور پر آشکار ہے مزید کسی وضاحت کی ضرورت باقی نہیں رہ جاتی۔

## بے بنیاد تہمت

مستی مسلمانوں کا ایک مخصوص فرقہ فہمی کی بنا پر ”تبرا“ اور ”لعنت“ کو گالیوں

۱۰۳۰ اخبار الرضا ص ۲۶۸ ۱۰۳۱ اصول کافی ج ۲ ص ۱۳۶



تے تعبیر کرتا ہے اور اس کے ارتکاب کے سلسلے میں شیعوں کو مورد الزام قرار دے کر ان پر یہ ہے بنیاد تہمت لگاتا ہے کہ "تبرکائی آڑ میں شیعہ حضرات گالیاں بکتے ہیں۔"

اس اتہام کے ذیل میں یہ وضاحت ضروری ہے کہ "گالیاں تو درکنار شیعہ مسلک میں "گانے بجانے" یا آلات غناء سے لطف اندوزی کو بھی ایک غیر شرعی مذہب اور حرام فعل قرار دیا گیا ہے لیکن اس بات سے انکار بھی نہیں کیا جاسکتا ہے کہ شیعہ حضرات ان ناپسندیدہ عناصر پر لعنت سلامت ضرور کرتے ہیں جن پر لعنت کرنے کا حکم خدا اور اس کے رسول نے دیا ہے یا پھر وہ لوگ شیعوں کی لعنت کا نشانہ بنتے ہیں جو منافقت کی نقاب اپنے چہروں پر ڈال کر اپنے مفاد کی خاطر داخل اسلام ہوئے اور اپنے منافقانہ طرز عمل سے اسے تہمتیں نہیں کر دیا یا وہ لوگ بد سلاامت بنتے ہیں جنہوں نے رسول اسلام کے بعد اسلامی اقتدار کو غصب کیا اور آل رسول کی زندگیوں میں زہر گھولا انہیں طرح طرح کی ازمتیں دین ان پر منہالم کے مسلسل پہاڑ توڑتے انہیں ان کے جائز حقوق سے محروم رکھا اور حضور اکرم کے نواسوں کو بے دردی اور بے رحمی سے قتل کیا۔

گالیاں بکتے کے سلسلے میں شیعوں پر عاید کی جانے والی اس تہمت کے پس پردہ منہملہ دیگر وجوہ کے ایک وجہ یہ بھی ہے کہ منافقین اہل کی متا زرد ابو سفیان کے بیٹے معاویہ کے دور حکومت میں پیغمبر اسلام کے حقیقی جانشین چچا زاد بھائی اور داماد حضرت علی ابن ابیطالب علیہ السلام پر سنسٹر بزار، منبروں سے برسر عام سب و شتم کیا جاتا تھا اور ان کے قریبی عزیزوں کے سامنے انہیں گالیاں دی جاتی تھیں لہذا معاویہ کے پیرو اور ہمہوا اس کے داغدار اس سے گندگی کے اس بدنام داغ کو دھونے کے لیے شیعوں پر یہ الزام رکھتے ہیں کہ شیعہ صحابہ کی شان میں گالیاں بکتے ہیں حالانکہ وہ اس حقیقت کو اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ معاویہ صاحب نے جس انداز

میں تبرکائیوں کی شکل میں تبدیل کیا وہ ان کا ذاتی کارنامہ ہے جس کی مثال اسلامی تاریخ میں اور کہیں نہیں ملتی۔ چنانچہ اس ذیل میں مولانا سید ابوالحسن مودودی رقمطراز ہیں کہ:-

"یہ ایک نہایت منکرہ بدعت معاویہ کے عہد میں شروع ہوئی کہ وہ خود اور ان کے حکم سے ان کے تمام گورنر خطیوں میں برسر منبر حضرت علی بر سب و شتم کی بوجھار کرتے تھے حتیٰ کہ مسجد نبوی میں منبر رسول پر عین روضہ نبوی کے سامنے حضور کے محبوب ترین عزیز کو گالیاں دی جاتی تھیں اور حضرت علی کی اولاد اور ان کے قریب ترین رشتے دار اپنے کانوں سے یہ گالیاں سنتے تھے کسی کے مرنے کے بعد اس کو گالیاں دینا شریعت تو درکنار انسانی اخلاق کے بھی خلاف تھا اور خاص طور پر جہد کے خطبہ کو اس گندگی سے آلودہ کرنا تو دین اور اخلاق کے لحاظ سے سخت گنہگارنا فعل تھا۔"

اس اقتباس سے صاف ظاہر ہے کہ معاویہ صاحب نے اپنے دور حکومت میں لفظ تبرکائی کو گالیاں کے پیکر میں اس طرح ڈھالا کہ ان کے اور ان کے گورنروں کے سامنے نہ مسجد نبوی کی کوئی عظمت رہ گئی نہ منبر رسول کا احترام باقی رہا نہ حضور کے روضہ اقدس کی منزلت رہ گئی اور نہ ہی نماز جمعہ کی فضیلت برقرار رہ سکی اور غالباً انہیں افسوسناک حالات کو مد نظر رکھتے ہوئے سرکار دو عالم نے واضح الفاظ میں یہ فرما دیا تھا کہ:-

"گالی دینے والوں پر خدا نے جنت کو حرام قرار دیا ہے اور اگر گالیاں کے مرتکبین کی چھان بین کی جائے تو یقیناً وہ زنا زادے ثابت ہوں گے یا پھر ان کے نطفوں میں شیطان

سے خلافت و ملکیت ص ۱۶۲ بحوالہ طبری ج ۴ ص ۱۸۸ ابن اثیر ج ۳ ص ۲۳۲ ۱۵۴

البدایہ ج ۸ ص ۲۵۹ و ج ۹ ص ۸۰

کی شرکت کا پتہ چلے گا۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:-

”گالیاں دینے والا شخص جفا کار ہے اور جفا کار ہر حالت میں جہنم کا سزا دار ہے۔“  
امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ:-

”گالیاں دینے والا ظالم ہے اور وہ اپنے گناہوں کے ساتھ ساتھ دوسروں کا گناہ بھی اپنی گردن پر لے لیتا ہے۔“

جو انسان اسلام کی تاریخ سے ذرا بھی واقف ہو گا وہ اس سچائی کو تسلیم کرے گا کہ  
”گالی آمیز تبرا“ سادیہ کی ایجاد ہے جسے نبی امیر کے بیشتر خلفائے جاری رکھا پھر دور نبی عباس  
میں بھی اس کا اعادہ کیا جاتا رہا لیکن بعد کے سلاطین نے اس میں اتنی تیرہی کر دی کہ وہ علیؑ کے  
بجائے علیؑ کے پیروؤں کا نام لینے لگے چنانچہ تبرا کی محفلیں آراستہ کی جاتی تھیں۔ ایک شخص تبرا  
پر جاتا تھا اور آواز لگاتا تھا ”فلاں ابن فلاں رافضی ہو“ حاضرین جواب دیتے تھے ”بر پدرش  
لونت“ اس طرح صدیاں گزرتی چلی گئیں اور غلامان علیؑ یہ سب دیکھتے اور سنتے رہے۔ آخر وہ وقت  
بھی آیا کہ انتزاع سلطنت عباسیہ پر جہاں مختلف حصوں میں جد آگاہ سلطنت قائم ہوئیں وہاں  
ایشیاء افریقہ میں بعض جمہور بڑی شیعہ حکومتیں بھی وجود میں آگئیں شیعوں کے صبر و ضبط کا  
ہی نہ ہر عہد میں چمکتا رہا مگر انہیں مجبوراً تبرا کی آوازیں سننا پڑی تھیں اب جو اظہار خیال  
کی آزادی ملی تو انہوں نے نام بدل کر تبرا خوانوں کی آوازیں میں آوازیں ملا دیں اور ان کی  
آواز بازگشت اطراف وجود انہیں سنائی دینے لگی۔ اب شیعوں پر جنگ صلیب کا الزام بھی عاید

۱۔ اصول کافی باب البذاءۃ ج ۲ ص ۳۲۳ ۲۔ اصول کافی ج ۲ ص ۲۶۰

کر دیا گیا گویا ان صحابہ کی بڑی قیمت تھی اور علیؑ کی کوئی قیمت نہ تھی۔

شام کی مملکت میں حضرت علیؑ پر تبرا ہونے کا ذکر بیشتر مورخین نے کیا ہے اور اسی لیے حضرت  
امام حسنؑ نے سادیہ سے صلح کی بشرطوں میں یہ شرط بھی رکھی تھی کہ آئندہ حضرت علیؑ پر سب شتم  
نہیں کیا جائے گا مگر سادیہ نے اس کے بالکل برعکس عمل کیا اور حضرت علیؑ سے اظہار برائت کو  
اپنی بیعت کا جزو بنا لیا۔ اس پر بنی تمیم کے ایک شخص نے اعتراض کرتے ہوئے کہا:-

”ہم زندوں کی اطاعت کریں گے مگر مردوں سے برائت نہیں کریں گے۔“

اس پر سادیہ زیادہ کی طرف متوجہ ہوا اور بلا اس شخص کو اچھالی کی طرف وصیت کر کے  
چنانچہ زیاد نے اس کو اسی وقت قتل کر دیا۔

یہ تبرا کی مختصر روداد۔ لیکن مترضین اگر اسی بات پر بضد ہیں کہ تبرا میں  
شیعہ گالیوں کا استعمال کرتے ہیں تو انہیں یہ بھی ماننا پڑے گا کہ اسلام کا کلمہ ”لا الہ الا  
اللہ“ بھی (معاذ اللہ) گالی ہے کیونکہ یہ کلمہ تمام دنیا کے مسلمانوں کو خدا کے واحد کے اقرار اور  
دیگر تمام جھوٹے اور خود ساختہ خداؤں سے انکار ان سے برائت یعنی تبرا کی ترمیم دیتا ہے اور  
اس کے ساتھ یہ بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ استغفر اللہ خدا بھی گالیاں کہتا ہے کیونکہ قرآن اسی کے  
کلام کا مقدس ترین مجموعہ ہے اور جب کسی مسلمان کے ذہن میں گالیوں کا یہ تسلسل پیدا ہو جائے  
گا تو ظاہر ہے کہ اس کا اسلام خود بخود ختم ہو جائے گا۔

اور اگر مترضین کی طرف سے یہ تاویل پیش کی جاتی ہے کہ ”انکار اور“ تبرا میں فرق  
ہے تو کلمہ رد شرک اس تاویل کو ہوا میں اڑا دے گا جس میں ارشاد ہوا ہے کہ:-

۱۔ عقد الفرید ج ۲ ص ۳۳۱



اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ اَنْ اَشْرَكَ بِكَ شَيْئًا اَرٰنَا اَعْلَمَ  
بِهِ وَاَسْتَغْفِرُكَ لِمَا لَا اَعْلَمُ بِهِ قَبْلَ عَمَلِهِ وَتَشَبُّهَاتِ اَنْ اَشْرَكَ  
وَبِعَصَايَ كُلِّهَا

”خداوند! میں پناہ مانگتا ہوں اس بات سے کہ میرے ساتھ کسی کو شریک کروں  
اور میں استغفار و توبہ و تبرا کرتا ہوں شرک اور عصیاں سے۔“

## تبرا کی تاریخی حیثیت

تاریخیں گواہ ہیں کہ ”بغض علی“ میں ”گالی آمیز“ تبرا معاویہ ابن ابوسفیان کی ایکاد ہے  
اور شیعیان علی اس لعنتی ایما کو تقریباً تین سو سال تک انتہائی صبر و تحمل کے ساتھ برداشت  
کرتے رہے۔ اس کے بعد وقت کی تدریجی ترقی کے ساتھ جب حقیقی معنوں میں باقاعدہ شیعہ حکومت  
کا قیام عمل میں آیا تو معزالدولہ نے باقی ماندہ خلفاء کی قوتوں کو ختم کرنے کے ساتھ ہی بغداد میں  
شیعیت کی تبلیغ بھی شروع کر دی اور ۳۵۵ھ میں بغداد کی جامع مسجد کے بیرونی پھاٹک پر  
یہ عبارت لکھوائی کہ:-

”معاویہ بن ابوسفیان“ غاصبین فک“ امام حسنؑ کو رد و ضلّہ رسولؐ میں دفن کرنے سے  
روکنے والوں ابوذر غفاریؓ کو جلا وطن کرنے والوں اور عباسؑ کو شوریٰ سے خارج کرنے والوں  
پر خدا کی لعنت ہو۔“

یہ پہلا جوابی اقدام تھا جو کسی شیعہ کی طرف سے معاویہ اور اس کے بعد کی استبداد کو  
کی طرف سے جاری شدہ اس ظالمانہ روش کے خلاف کیا گیا تھا جو حضرت علیؑ اور شیعیان علیؑ سے

متعلق تھے اور جسے اس دور کے ظالم و جابر حکمران تبرا کے نام سے موسوم کرتے تھے اسے روکنے کی  
طاقت بھی اس وقت کے خلیفہ میں نہیں رہ گئی تھی لیکن اس کے باوجود کسی سستی نے رات کی تاریکی  
میں معزالدولہ کی لکھوائی ہوئی اس عبارت کو کھرچ کھرچ کر مٹا دیا۔ معزالدولہ کو معلوم ہوا تو پھر اس  
نے اس عبارت کو لکھوانے کا حکم دیا مگر اس کے ذریعہ پہلی نے اسے یہ مشورہ دیا کہ صرف سادیہ کا نام  
باقی رکھا جائے اور اس کے نام کے آگے ”ذوالنظالمین لآل محمد“ یعنی آل محمد پر ظلم کرنے والوں کا فقرہ  
بڑھا دیا جائے چنانچہ معزالدولہ نے یہ مشورہ قبول کر لیا اور اس کے ذریعے اس مختصر سی تبدیلی کے  
ساتھ جامع مسجد کے پھاٹک پر تبرا کی عبارت لکھوا دی۔

معزالدولہ نے شیعوں کو صرف یہی ایک فائدہ پہنچایا تھا کہ انھیں مذہبی آزادی مل  
گئی تھی اور ان پر ظلم و ستم بند ہو گیا تھا مگر اتنی ہی آزادی اس کے دور میں شیعوں کو بھی حاصل  
تھی یہاں تک کہ جب دونوں فریقے متصادم ہوئے تو حکومت نے کسی کا ساتھ نہیں دیا۔

گزشتہ صدی سے شیعہ فرقہ کو شائستہ تبرا پر اس لیے مجبور ہونا پڑا کہ محمد و آل  
محمدؐ پر کچھ اچھائی جارہی ہے۔ مشرکوں اور بے دینوں کے اعمال کو عین اسلام قرار دیا  
جا رہا ہے لہذا ضرورت ہے تاریخ کی وہ تصویر دکھانے کی کہ جس سے ”خیر و شر“ کے خدوخال  
واضح ہو سکیں تاکہ ہماری جوان نسل اپنے ماضی سے نا آشنا نہ رہے۔

تاریخ کے تدریجی ارتقاء پر اگر ایک اچھٹی ہوئی نظر ڈالی جائے تو ہر منزل پر ”الٹا  
چور کو توال کو دانشا نظر آتا ہے۔ سقیفہ میں جو کچھ ہوا اگر اتنے ہی پر اکتفا کی جاتی تو عرب کے  
پورے نشیں پیغمبر کی اولاد صبر و شکر کے ساتھ رشد و ہدایت کی فیض رسانی کر کے اپنی نسلیں گزاری  
رہتی اور شاید دنیا کو معلوم بھی نہ ہوتا کہ فرمانروائی کی وراثت کس نے چھینی اور سجادہ نبوت کی  
نمائندگی کا اعزاز کس کو ملا۔ لیکن ستم یہ ڈھایا گیا کہ بزدلوں کو بہادر جمہوروں کو سچا اور منافقوں



کو کھرا مسلمان ثابت کرنے کے لیے ظلم کا دروازہ کھول دیا گیا اور جب خلافت مدینے سے دمشق اور  
بندوبست منتقل ہوئی تو ہاتھ دین کا قتل عام ایک معمول بن گیا۔

عوام آج کی طرح شروع ہی سے ان بڑھ اور کانوں کے کچے رہے ہیں اور ان کا حافظہ  
ہمیشہ کمزور پایا گیا ہے۔ یہ راز گنبد اسلام کے پر و ہتوں کو معلوم تھا لہذا دروازہ آدل سے یہ پالیسی  
اختیار کی گئی کہ صرف سامنے کی باتیں عام لوگوں کو بتائی جائیں اور اصل خد و خال کو پوشیدہ  
رکھا جائے چنانچہ اسی پالیسی پر آج تک عمل ہو رہا ہے اور اپنے محبوب کرداروں کو بدلی ہوئی  
شکل میں پیش کیا جا رہا ہے۔

اس کے ساتھ ہی ظلم کا ذمہ دار مظلوم کو اور قتل کا سزا دار مقتول کو ٹھہرایا جاتا تھا اور آج  
بھی یہ سلسلہ برقرار ہے۔ کیا حضرت علیؑ اور ان کی اولادوں کے ساتھ اس قسم کا سلوک روا  
رکھنے والے درگزر کے لائق ہیں؟ اور اگر اس کے بعد بھی کوئی علیؑ کے ان دشمنوں کی قصیدہ خوانی  
کرتا ہے تو کیا اس کو علیؑ کا نام لینے کا حق رہ جاتا ہے؟ یقیناً وہ بھی علیؑ کا دشمن قرار پائے گا اور  
علیؑ کے دشمن کے لیے حضورؐ کی جو حدیث ہے وہ اس پر صادق آئے گی۔

بہر حال یہ تبرا سننے والے سنتے رہے اور اس کی آواز تاریخ کے ایوانوں میں گونجتی رہی  
مگر جب شیعوں نے اسی پہرے میں طبع آزمائی کی تو سب چیخ پڑے اور ہر طرف سے بدعت کے  
قناصے صادر ہونے لگے۔

فقہ کی تاریخ کا ایک اہم پہلو یہ بھی ہے کہ شیعہ فقہ اور شیعیان علیؑ روزِ آدل سے وجود  
تھے اور دسویں صدی تک تعداد سے قطع نظر مسلمانوں میں صرف وہ گروہ پائے جاتے تھے۔ ایک  
علیؑ کا دوست اور دوسرا علیؑ کا دشمن۔ دونوں صورتوں میں محورِ علیؑ ہی کی ذات تھی۔  
ظلم و ستم کے دھارے میں شیعوں کی تعداد تو نہ ہونے کے برابر رہی تھی لیکن شیرازہ بندی اور

اصول و فروعات فقہ پر کوئی حرج نہیں آیا تھا کیونکہ ہر زمانے میں شیعوں کا امام موجود تھا جس کو  
اربابِ سیاست نے محسوس کیا تو مقابلہ کی فقہ اور امام دونوں بنادے اور اہلسنت والجماعت کو  
تشکیل دے کر اسے مقابل لاکر کھڑا کر دیا۔

اس کے بعد کوئی نہیں جھوٹا کہے تو اسے سوچنا چاہیے کہ آنحضرتؐ سے ماموں کے دور تک  
ہم جو کہتے آئے ہیں کیا اس کے علاوہ اب کچھ اور کہتے ہیں۔ اس کے برعکس دورِ بنی امیہ میں جہم بن صفوان  
نے کیا کہا؟ عہدِ عباسیہ میں واصل بن عطاء کے نظریات کیا تھے؟ اور پھر حکومت ساز امام اعظم  
کے ارشادات کیا تھے؟ لیکن ان سے ہمارے اختلافات اتنے شدید نہ تھے جتنے کہ آگے چل کر الاشعری  
اور امام احمد بن حنبل کو قیامت و ترسیمات سے ہوئے اور وہ ابی مسلک کے بعد تو شیعہ بھی جھوٹے  
اور شیعی بھی جھوٹے۔ کیونکہ وہ اہمیت نے دونوں کے نظریات توحید و اعتقاد رسالت اور دوسرے ہر فرقہ  
کو باطل قرار دے دیا ہے۔ اگر ان کی فکری اور تاریخی تحقیق کا سلسلہ آگے بڑھتا رہا تو ایک دن  
خدا بھی مادیت کے سانچے میں ڈھل جائے گا اور عبادیہ و یزید پیری کی سطح کو چھونے لگیں گے۔

## تبرا کی قرآنی حیثیت

(۱) اذ قبرا الذین اتبعوا من الذین اتبعوا وراؤ العذاب تقطعت

بھم الاسباب و قال الذین اتبعوا لوانا لست کثرة فتبرا فھم کما تبرا  
وامتاکذ الک یبیرھم اللھ اعمالھم حسرات علیھم و ماھم

بخارجین من النار (البقرہ ۱۶۶، ۱۶۷)

وہ کیا سخت وقت ہو گا جب پیشوا لوگ اپنے پیروں سے تبرا کر یسے اور عذاب کو دیکھیں



گئے اور ان کے باہمی تعلقات ٹوٹ جائیں گے اور پھر کہیں گے کہ اگر ہمیں دنیا میں بھر پلٹنا نصیب ہوا تو ہم بھی ان سے اسی طرح تبرا کر دیں گے جس طرح یہ اس وقت ہم سے تبرا کر رہے ہیں یوں ہی خدا ان کے اعمال کو دکھائے گا جو سنا پیا یا سہی یا سہی اور وہ دوزخ سے نکلنے نہیں پائیں گے۔

قرآن مجید کی یہ آیت اس بات کو واضح کرتی ہے کہ وہ لوگ جو دنیا میں حقیقی پیشواؤں کا دامن چھوڑ کر خود ساختہ پیشوا خود بھی بن جاتے ہیں اور دوسروں کو بھی اپنا مربی بنا کر انھیں گمراہی کے راستے پر ڈال دیتے ہیں ان کے اور ان کے مربیوں کے درمیان برزخیات جم کر تیرے بازی ہوگی جس کو پروردگار عالم اپنے الفاظ میں بیان کرتا ہے اور بتاتا ہے کہ ان کے اعمال بیکار حلقہ یہ جو گناہ ان پر تبرا کیا جائے گا اور انھیں اس کا مزہ چکھنا ہوگا۔ پیشوا اپنے پیروں پر تبرا کر بیٹے اور پیسہ دہکے کہیں گے کہ کاش ہم دنیا کی طرف پھر پلٹا دے جائیں تو ہم بھی وہاں ان خود ساختہ پیشواؤں پر اسی طرح تبرا کر دیں جس طرح وہ ہم پر یہاں کرتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ تبرا اللہ کی نظر میں کوئی ناپسندیدہ فعل نہیں ہے اگر ہونا تو یہ ہرگز نہ کہتے کہ ایسے لوگوں کے اعمال کا صلہ تبرا کے ذریعہ دیا جائے گا۔

(۲) قال الذین حق علیہم العول رتبنا ہوا لاء الذین اعنوبنا  
اعنوبنہم اکما عنونا تبرا لنا الیک (القصص ۶۳)

”وہ لوگ جو ہمارے عذاب کے ستمی ہو چکے ہیں برزخیات کہیں گے کہ پروردگار! یہی وہ لوگ ہیں جنھیں ہم نے گمراہ کیا۔ اب ہم تیری بارگاہ میں ان لوگوں سے تبرا کرنے میں اور ان سے دوری پانے میں۔“

اس آیت کے ذیل میں بعض سنی علماء یہ کہتے ہیں کہ اس میں غیر ستمی پیشواؤں اور ان کے پیروں کا ذکر نہ ہے، چاہے اور نیک لوگوں سے تبرا کا ذکر نہیں ہے۔ اس کا یہ نفاذ جواب یہ ہو سکتا

کہ شیعہ بھی تو غیر ستمی پیشواؤں سے تبرا کرتے ہیں اور جو ستمی پیشوا ہیں ان سے توئی شیعوں کے نزدیک جزو ایمان ہے۔

(۳) ”وما کان استغفارا براہیم لابیہ الا عن موعده وعدہا اتیا لا  
ملما تبین لہ انہ عدا وللہ شبرا منہ ان ابراہیمہ لاولا حلیمہ“

(توبہ ۱۱۳)

”حضرت ابراہیم کا اپنے چچا (آذر) کی مغفرت کے لیے دعا کرنا اس وعدہ کے تحت تھا کہ جو انھوں نے اس سے کیا تھا لیکن جب انھیں معلوم ہو گیا کہ وہ اللہ کا دشمن ہے تو انھوں نے اس سے تبرا کیا اور علیحدگی اختیار کی۔“

اس آیت کریمہ سے بھی واضح ہے کہ حضرت ابراہیم حبیبہ حبیب اللہ اور اولوالعزم پیغمبرؐ نے بھی بُرے اور ناپسندیدہ لوگوں سے تبرا کیا ہے لہذا سیرت پیغمبری کے تحت شیعہ حضرات بھی بُرے اور ناپسندیدہ لوگوں سے تبرا کرنے میں۔ ایسی صورت میں کسی شخص کو یہ حق نہیں پہونچتا کہ وہ شیعوں کے اس فعل پر اعتراض کرے یا انھیں اس ستمی فعل سے باز رکھنے کی کوشش کرے۔

مذکورہ آیات سے یہ امر بخوبی واضح ہے کہ تبرا کوئی گالی نہیں ہے، اگر پروردگار عالم کی نظر میں تبرا کی حیثیت گالی کی ہوتی تو وہ اس کا ذکر ہرگز قرآن مجید میں نہ کرتا اور نہ ہی پیغمبر اسلامؐ یہ ارشاد فرماتے کہ اللہم اتی اتبرا من صنم مخالفہ من ولیہ یعنی پالنے والے میں خالد بن ولید کی کارگزاریوں سے تبرا کرتا ہوں۔ پیغمبر اکرمؐ کی یہ حدیث بخاری میں موجود ہے۔

## جواز لعنت قرآن وحدیث کی روشنی میں

لعنت کا لفظ قرآن مجید میں متعدد مقامات پر استعمال ہوا ہے مثلاً "لعنت اللہ علیٰ اعدائہ" اور "لعنة الله على الظالمين" یعنی جھوٹوں پر لعنت اور ظالموں پر لعنت وغیرہ۔ لیکن یہاں پر ایک شبہ یہ پیدا ہوتا ہے کہ اللہ نے خود تو لعنت کی ہے مگر اس سے دوسروں کو لعنت کرنے کا حکم کہاں دیا ہے۔ اس اشتباہ کو قرآن حکیم نے ایک دوسرے مقام پر ان الفاظ کے ساتھ دور کیا ہے۔

"اولئک جزاؤہم ان علیہم لعنة الله والملائكة والناس اجمعین" (آل عمران ۸۰)

ان لوگوں کی سزا یہ ہے کہ ان پر خدا، فرشتوں اور دنیا و جہان کے تمام لوگوں کی لعنت ہے)

دوسری آیت میں ارشاد ہوتا ہے کہ۔

"ان الذین کفروا وما تواروا هم کفار اولئک علیہم لعنة الله والملائكة والناس اجمعین" (نور ۱۶)

(جن لوگوں نے کفر اختیار کیا اور کفر ہی کی حالت میں مر گئے۔ ان پر خدا کی فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہے)

ان دونوں آیتوں سے پتہ چلتا ہے کہ اگر فرشتوں اور ان تمام لوگوں کو جن کا شمار مخلوق خدا میں ہے لعنت بھیجنے کا حکم دیتا تو قرآن نہ کہ ہی ذکر تا جبکہ یہ کہا جائے کہ آخر ان فرشتوں اور دیگر

لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ بھی لعنت بھیجنے لگے ہیں۔ اس انداز سے ذکر نہ کرنا اس بات کی محکم دلیل ہے کہ نگاہ قدرت میں یہ عمل عمدہ و حق ہے نیز اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ لعنت کا استعمال غیر خدا کو بھی حاصل ہے جس میں فرشتے اور انسان نمایاں حیثیت رکھتے ہیں۔ شاید اسی لیے پیغمبر اسلام نے خود بھی مسحقین پر لعنت کی ہے جیسا کہ صحیح بخاری میں مرقوم ہے "قال النبیؐ اللہم العن مشیہ بن ربیعہ وعتبہ بن ربیعہ وامیہ بن خلفؓ یعنی رسول اللہؐ نے فرمایا کہ خدا لعنت کرے مشیہ بن ربیعہ پر عتبہ بن ربیعہ پر اور امیہ بن خلف پر

اب اگر کوئی یہ کہے کہ آنحضرتؐ نے تو صرف کفار پر لعنت کی ہے مسلمانوں پر نہیں کی تو نصائح کا فیہ میں اس شبہ کو بھی دور کر دیا گیا ہے اور بتا دیا گیا ہے کہ خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر اگر لعنت کا حقدار ہے تو اس پر لعنت ضرور کی جائے گی عبارت ان الفاظ کے ساتھ ہے۔ "فد لعن النبیؐ استخاضا مستحاضہم و ما اتوا علی الاصلاح کابی سفیان بن حرب و سہیل بن عمرو و عمر بن عاص و ابن مردانہ و غیرہم و لعن عمر بن الخطابؓ خالد بن ولید مین قتل مالک بن نویرہؓ" یعنی آنحضرتؐ نے چند اشخاص پر لعنت کی ہے در آنحالیکہ وہ مسلمان مرے جیسے کہ ابو سفیان بن حرب سہیل بن عمرو عمرو بن عاص اور ابن مردانہ وغیرہ اور عمر بن خطابؓ نے لعنت کی ہے خالد بن ولید پر جب اس نے مالک بن نویرہ کو قتل کیا۔

پیغمبر اسلامؐ نے مردان کے باپ حکم پر لعنت کا حربہ استعمال کیا ہے جبکہ مردان اس کے صلب میں تھا جیسا کہ صاحب تاریخ الخلفاء نے لکھا ہے کہ "قالت عائشہ و لکن رسول اللہؐ ابامردان و مردان فی صلیبہ فروان یعنی من لعنت اللہؐ سے یعنی عائشہ فرماتی ہیں کہ

سہ بخاری کتاب الحج ص ۲۶ مطبوعہ مصر ۱۰۸۵ھ کا فیہ تاریخ الخلفاء ص ۱۲۲ اتہ حالات ساریہ مطبع مجیدی کا پور



اس وجہ سے ایک کہنے سے منع کرتے تھے کہ اس دن حضرت علیؑ ایک ایک کہا کرتے تھے ملہ اور علامہ ابن اثیر لکھتے ہیں کہ عادی نے سرکہ کو جب بھرہ کی گورزی سے مغزول کیا تو سرکہ نے کہا خدا لعنت کرے عادی پر اگر میں نے خدا کی اتنی اطاعت کی ہوتی تو وہ مجھ پر یہ عذاب نازل نہ کرتا ملہ مرویہ الذہب میں ہے کہ محمد بن ابوبکر نے عادی کو ایک خط لکھا اور اس میں تحریر کیا کہ "انت لعین ابن لعین" یعنی تو بھی ملعون ہے اور تیرا باپ بھی ملعون تھا ملہ ملہ علیؑ قاری کا بیان ہے کہ امام ابو حنیفہؒ نے "لعن اللہ عمرو بن عبیدہؒ کہہ کر عمرو بن عبیدہ پر لعنت کی ہے ملہ

قرآن حدیث اور تاریخ کے ان تمام مذکورہ حوالوں سے لعنت کا جواز نہ صرف اجتماعی و انفرادی حیثیت سے بلکہ نام بنام ثابت ہے۔ نہ اس میں انکار کی کوئی گنجائش ہے اور نہ کسی قسم کی تاویل کی۔ ان کے علاوہ اور بھی بہت سی قرآنی آیات ایسی ہیں جو لعنت کے جواز پر دلالت کرتی ہیں مثلاً

۱۔ فمن حاجک فیہ من بعد ما جئتک من العلم فقل نعم لو  
 ۲۔ ابناء ما وابتائکم وبناء ما وبنائکم وافتنائکم وافتنائکم  
 ۳۔ تبھتل فتبھل لعنة الله على الكاذبين... (آل عمران آیت ۶۱)  
 (مفسر پاس آنے کے بعد کوئی شخص اگر تم سے محبت کرے تو تم ان سے کہہ دو کہ ہم اپنے بیٹوں کو لائیں تم اپنے بیٹوں کو لاؤ ہم اپنی عورتوں کو لائیں تم اپنی عورتوں کو لاؤ ہم اپنے نفسوں

ملہ کنز العمال ج ۳ ص ۳۰ ملہ تاریخ کامل ج ۳ ص ۱۹۵ ملہ مرویہ الذہب ج ۶ ص ۶۹ ملہ شرح فقہ اکبر ص ۳۴

کو لائیں تم اپنے نفسوں کو لاؤ پھر ہم سب مل کر گورگڑائیں اور جموٹوں پر لعنت کریں.....) اس آئیہ کریمہ کے ذریعہ پروردگار عالم اپنے محبوب ترین رسولؐ کو حکم دے رہا ہے کہ اسے رسولؐ اقوام نصاریٰ سے کہہ دو کہ ہم بھی جموٹوں پر لعنت کریں اور تم بھی کرو۔ اس طرح خداوند عالم نے اپنے رسولؐ کو بھی لعنت کرنے کا حکم دیا ہے اور عیسائیوں کو بھی اس فعل کی دعوت دی ہے۔

۲۔ ان الذين يكتمون ما انزلنا من البينات والهدى من بعد بيناتنا لنتاس في الكتاب اولئك يلعنهم الله يلعنهم اللعانون  
 "جو لوگ ہماری روشن دلیلوں اور ہدایتوں کو چھپاتے ہیں جبکہ ہم نے کتاب میں صاف صاف بیان کر دیا ہے تو ان پر خدا بھی لعنت کرتا ہے اور دوسرے لعنت کرنے والے بھی لعنت کرتے ہیں۔" (پ ۲ رکوع ۳)

۳۔ ومن يقتل مؤمناً متعمداً فجزاءه جہنم خالدافیهما وغضب الله عليه ولعنه واعد له عذاباً عظيماً (پ ۵ رکوع ۱۰)  
 (جو شخص جان بوجہ کر کسی مؤمن کو قتل کرے تو اس کی سزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اس پر غضب الہی ہوگا اور اللہ کی لعنت اس پر نازل ہوتی رہے گی اور اللہ نے اس کے لیے برا عذاب تیار کر رکھا ہے۔)

۴۔ فقل عسىتم ان توليتم ان تفسدوا في الارض وتقطعوا ارحامكم  
 اولئك الذين لعنهم الله فاصمهم واعصموا ابصارهم  
 (احقاف آیت ۷)

تم لوگوں سے یہ بات بید نہیں ہے کہ اگر تم کو حکومت مل جائے تو تم زمین پر فساد پھیلانے لگو اور اپنے رشتوں کو توڑنے لگو۔ یہاں وہ لوگ ہیں جن پر خدا نے لعنت کی ہے اور گویا خود اس نے ان







کا حق ادا کیا ہے اور اس امر کا امیدوار ہوں کہ بروز قیامت جناب فاطمہ زہرا اور حسن و حسین میری شفاعت کریں گے۔

اس موقع پر یہ وضاحت بھی ضروری ہے کہ اس حق گوئی کے جرم میں دشمنانِ آلِ محمدؐ نے عمر ابن عبد العزیز کو زہر دے کر ختم کر دیا تھا۔

## رفض کیا ہے؟

بعض جہلہ رافضیوں کے منوں میں "کسی کو گالیاں دینا" مراد لیتے ہیں جو غلط ہے درحقیقت رافضی کے معنی لغوی اعتبار سے صلاح دہی اور دوری اختیار کرنے کے ہیں اور شیعہ چونکہ محمدؐ و آلِ محمدؐ سے محبت رکھتے ہیں ان کی اطاعت و پیروی کرتے ہیں اور ان کے دشمنوں سے علیحدگی اور دوری اختیار کرتے ہیں اس لیے دوہرہ معاد یہ سے انہیں رافضی کہا جاتا ہے یا اسے یوں سمجھ لیجئے کہ شیعوں کا رافضی یہ ہے کہ وہ رسولؐ اور آلِ رسولؐ پر درود بھیجتے ہیں اور ظالموں و غاصبوں پر لعنت کرنے کے مثبت اور منفی دونوں امور میں اللہ رسولؐ اور فرشتوں کے ہم زبان ہیں یعنی شیعہ جن لوگوں کو ظالم غاصب اور محمدؐ و آلِ محمدؐ کا دشمن سمجھتے ہیں ان سے تبرک کرتے ہیں اور ان پر اسی طرح لعنت کرتے ہیں جس طرح خداؐ اس کے رسولؐ اور فرشتوں نے لعنت کی ہے۔

اور اگر حضرت علی ابن ابیطالب علیہ السلام سے محبت یا ان کی مدح کرنے کا نام رافضی ہے جن کی مدح میں بقول علامہ جلال الدین سیوطی تین سو آیتیں نازل ہوئی ہیں اور بقول نظام الدین اولیاؒ پورا قرآن علیؑ کی مدح میں ہے تو پھر کسی بزرگ کا یہ منظوم قول بھی ذہن میں رکھنا چاہیے۔

نام حیدر من بخوانم خلق گوید رافضی پس خدا و مصطفیٰؐ جبرئیلؑ باشد رافضی  
ملا نور الدین جامی سلسلۃ الذہب میں فرماتے ہیں کہ:-  
رفض گر بہت حب آلِ نبیؐ رافضی فرض است بر فقیر و غنی  
اور امام شافعی کا اعلان ہے کہ:-

"اگر آلِ محمدؐ کی محبت گناہ ہے تو یہ ایک ایسا گناہ ہے کہ جس سے میں کبھی تو نہیں کر سکتا اور اگر آلِ محمدؐ کی محبت کا نام ہی رافضی ہے تو تمام دنیا کے لوگوں میں سب سے بڑا رافضی میں ہوں۔"

## تبرک اور لعنت پر عقلی دلیل

عقلی اور منطقی اصولوں کی روشنی میں تبرک اور لعنت کے مترضین کی یہ بات درست نہیں ہے کہ شیعہ حضرات کسی فرقہ کے بزرگوں کو اس لیے تبرک کرتے ہیں یا ان پر لعنت سلامت کرتے ہیں یا ان سے تبرک کرتے ہیں کہ وہ انہیں نہیں باتے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ شیعہ صرف انہیں لوگوں کو تبرک کرتے ہیں جو واقعی بُرے تھے یا بُرے ہیں۔

اس ذیل میں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا کسی ایسے شخص پر لعنت کرنا اس سے تبرک کرنا یا اسے تبرک کرنا جو واقعی بُرا ہے درست ہے یا نہیں؟ اس سوال کا جواب دینے سے پہلے ہمیں یہ بھی دیکھنا ہوگا کہ کسی شخص کو تبرک کہنے اور تبرک کہنے میں کیا فرق ہے؟

اہل علم حضرات اس امر سے بخوبی واقف ہیں کہ "برے اور بھلے" کے درمیان امتیاز پیدا کرنا جو اس باطنی کام ہے لہذا برے کو بُرا اور بھلے کو بھلا سمجھنے پر انسان فطرتاً مجبور ہے۔



یعنی پہلے اور برے میں تمیز کرنا انسان کا فطری فعل ہے۔

اور اگر کوئی شخص یہ کہتا ہے کہ ہم برے کو برا نہیں سمجھتے تو اس نہ سمجھنے والے شخص کے بارے میں اس کے علاوہ اور کیا سمجھا جاسکتا ہے کہ وہ نفس ناطقہ سے محروم اور مجنون ہے نیز اس کے ساتھ ہی یہ امر بھی قابل غور ہے کہ برا نہ سمجھنے والا شخص اخلاقی اعتبار سے کس حد تک گنہگار اور قابل الزام ہے۔

اول تو برے کو برا نہ کہنے والا خود جہالت میں گرفتار ہو جاتا ہے یعنی جب اس کو معلوم ہو کہ کوئی شخص برا ہے تو اس نے اس کو برا سمجھ لیا کیونکہ اس کے نزدیک معلوم کرنے اور سمجھ لینے میں کوئی فرق نہیں ہے دوسرے یہ امر بھی قابل غور ہے کہ جو شخص کسی برے آدمی کو برا نہیں سمجھتا بذات خود برا ہے یا اچھا؟

اس منزل میں عقل کا فیصلہ ہو گا کہ اول تو برے کو برا نہ سمجھنے والا شخص برا نہ سمجھنے کا اقراء محض زبانی کر رہا ہے ورنہ اس کا دل اس برے شخص کو برا ضرور سمجھتا ہو گا۔ دوسرے اگر واقعی اس کا دل بھی اس برے شخص کو برا نہیں سمجھتا تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ اس نے بھی برے کاموں کو انجام دیتے دیتے اپنے اندر وہ فطرت ثانیہ پیدا کر لی ہے جو کسی برے فعل کو برا سمجھنے ہی نہیں دیتی یعنی برے کو برا نہ سمجھنے والا شخص خود بھی برا ہے۔

اس کی واضح مثال یہ ہے کہ ایک غریب و نادار اور مجبور شخص بھوک کی مصیبت میں گرفتار ہو کر کسی شرک کے کنارے پڑا ہے اور وہ قریب المرگ ہے۔ اتفاقاً دوسرے ایک دردمند اور رحمدل شخص گزرا اور اس نے اس غریب کی حالت پر ترس لکھا کہ اسے کچھ روپے دے دے تاکہ وہ اپنے کھانے پینے کا انتظام کر لے۔ جب وہ رحمدل شخص روپے دے کر چلا گیا تو فوراً ایک لیڑا اور شرعی القلب شخص وہاں پہنچا اور اس نے اس مصیبت زدہ شخص کو مار پیٹ کر یا ڈرا دھمکا کر

وہ روپے اس سے چھین لئے۔ اسی وقت ایک تیسرا شخص بھی وہاں پہنچ گیا اور اس نے اس لیڑے کے اس طرز عمل کو بھی دیکھا اور مصیبت زدہ شخص کی فریاد کو بھی سنا۔ اب اہل انصاف خود فیصلہ کریں کہ فطرتاً کیا یہ ممکن ہے کہ تیسرا شخص اس پہلے رحمدل و دروہے مرحمت کرنے والے شخص کو قابل مدح و ستائش اور اس لیڑے کو قابل نفرت و مذمت نہ سمجھے؟

اس فطری اصول کی روشنی میں یہ معلوم ہوا کہ ”اچھے کو اچھا“ اور ”برے کو برا“ سمجھنا یا نہ سمجھنا انسان کا اختیاری فعل نہیں ہے اور نہ ہی یہ امر کسی انسان کی ذاتی خوشی یا ناخوشگی پر موقوف ہے بلکہ فطرتی تقاضوں کے تحت انسان برے کو برا اور اچھے کو اچھا سمجھنے کے لیے مجبور ہے اور اسی مجبوری کے تحت اگر وہ تیسرا شخص اپنے نفس کی اصلاح کے لیے اس لیڑے اور ظالم شخص کے افعال سے نفرت کرنے لگے اس کو برا کہنے لگے۔ اس کی ذات و کردار سے پناہ چاہیے اس سے دوری اختیار کرے ’انظاہر بیزاری کرے یا اس سے تبرا کرے یا اس پر لعنت کرے تو اس میں غلط کیا ہے؟

اس موقع پر برے کو برا کہنا صرف جائز ہی نہیں بلکہ ضروری بھی ہے۔ اس لیے کہ تحقیق کے بعد برا کہنے والے شخص کی ہمنوائی اور پیروی میں دوسرے لوگ بھی اس لیڑے کو برا کہیں گے اس سے نفرت و بیزاری کا اظہار کریں گے اس کے شر سے محفوظ رہنے کی کوشش کریں گے اور خود برائیوں سے پرہیز کریں گے۔ اب اسی صورت میں برا کہنے والا اور حق بات کا اظہار کرنے والا شخص قابل تائید ہے یا قابل اعتراض؟ یقیناً ہر انصاف پسند انسان یہی فیصلہ کرے گا کہ اس لیڑے کو برا کہنا محض اخلاقی فرض ہی نہیں بلکہ ایک طرح کی مذہبی عبادت بھی ہے اور ایسے مواقع پر برے شخص کو برا نہ کہنا یا اس کے طرز عمل کو دیکھ کر خاموشی اختیار کرنا بجائے خود ایک ظلم عظیم اور گناہ کبیرہ ہے۔ اسی آخری دلیل کے تحت نہ صرف شیوہ بلکہ دنیا کے تمام حق پسند افراد برے شخص کو برا کہنا ضروری سمجھتے ہیں اور اسی کا نام تبرا ہے۔

انصار العباد فردوس کاظمی



# کتابیات

- |                      |                   |
|----------------------|-------------------|
| ۱۳- تظہیر الجنان     | ۱- قرآن مجید      |
| ۱۵- تاریخ کامل       | ۲- صحیح بخاری     |
| ۱۶- عیون اخبار الرضا | ۳- صحیح مسلم      |
| ۱۷- عقد الفرید       | ۴- صحیح ترمذی     |
| ۱۸- فتح الباری       | ۵- مشکوٰۃ شریف    |
| ۱۹- اصول کافی        | ۶- مستدرک حاکم    |
| ۲۰- البدایہ          | ۷- مسند احمد      |
| ۲۱- شوب الایمان      | ۸- مردوخ الذهب    |
| ۲۲- نضارح کافیہ      | ۹- تاریخ بغداد    |
| ۲۳- خلافت و ملوکیت   | ۱۰- تفسیر کبیر    |
| ۲۴- روضۃ الاحباب     | ۱۱- تاریخ طبری    |
| ۲۵- ریح الاررار      | ۱۲- تاریخ الخلفاء |
| ۲۶- شرح فقہ اکبر     | ۱۳- تفسیر درمنثور |

سید سلیمان سکینه  
چھاپا خانہ انوار کتب کراچی ۸-۷۱



ضمیر نقوی (جرنلٹ)



نواب جعفر میر عبد اللہ

شعرو سخن کی دُنیا سے انشا پر دازی کی منزل تک محقق عصر حجاب فروغِ ظلمی  
میرے اُستاد ہیں اور مجھ میں یہ جِبارت نہیں کہ میں اُستادِ محترم کی کسی تالیف و  
تصنیف پر اپنی قلمی رائے ظاہر کر سکوں بس اتنا ہی کافی ہے کہ ”حقیقت تبر“  
کے عنوان سے یہ کتاب ایک ایسی جامع کتاب ہے جس کی قوم کو سخت ضرورت بھی  
تھی اور جو حالاتِ حاضرہ کے اہم تقاضوں کو بھی پورا کرتی ہے۔ ”اسے پڑھئے،  
سمجھئے اور دوسروں کو بھی سمجھائیے۔“

مجھے خُز ہے کہ میں اپنے عُش و کرم فرما جناب نواب جعفر صاحب (میر عبد اللہ)  
کے اس مالی تعاون سے جو موصوف نے میری ایک ذاتی کتاب کے سلسلے میں فرمایا  
تھا، اس اَمول خزانے کی طباعت کا شرف حاصل کرتے ہوئے دعا کرتا ہوں  
کہ معصومہ کوئٹہ ہم دونوں کے اس امر خیر کو قبول فرمائیں۔

ضمیر نقوی (جرنلٹ)